

عورت کے بال چھوٹے ہوں تو تقصیر کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی مَحْرَمہ کے بال چھوٹے ہوں یعنی کندھوں سے کچھ نیچے تک ہوں تو اُسے تقصیر میں رخصت دی جائے گی یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: حلق یا تقصیر حج و عمرہ کے واجبات سے ہے، چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ واجبات حج کے بیان میں لکھتے ہیں:

الحلق أو التقصير (أبواب المناسك مع شرحه للقاري، باب فرائض الحج،

فصل في واجباته، ص ۷۷)

یعنی، حلق یا تقصیر واجبات حج سے ہیں۔

اور ان کا حکم یہ ہے کہ ان سے حاجی یا عمرہ کرنے والا احرام سے فارغ ہوتا ہے چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۲ھ لکھتے ہیں:

حكمه التحلل: أي: حصول التحلل به و هو صوره

(المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب مناسك مني، فصل في

حكم الحلق، ص ۲۵۴، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى

۱۴۱۹ھ-۱۹۹۸م)

یعنی، اس کا حکم حلال ہونا ہے یعنی اس سے تحلل حاصل ہوتا ہے اور تحلل

اس کا حلال ہونا ہے۔

عورتوں کے لئے صرف تقصیر ہے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ حَلْقٌ وَإِنَّمَا عَلَيْهِنَّ تَقْصِيرٌ“ (سُنَن أَبِي دَاوُد،

كتاب المناسك، باب الحلق و التقصير، برقم: ۱۹۸۴، ۱۹۸۵، ۳۴۴/۲،

دار ابن حزم، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۷م۔ أيضاً سُنَن الدَّارِمِي،

كتاب المناسك، باب من قال: لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ حَلْقٌ، برقم: ۱۹۰۵، ۵۵/۲،

مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶م۔ أيضاً

سُنَن الدَّارِ قُطُنِي، كتاب الحج، باب المواقيت، برقم: ۴۰، ۱-۲۳۹/۲،

مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶م۔ أيضاً

السُّنَن الكُبْرَى للبيهقي، كتاب الحج، باب من قال: لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ حَلْقٌ و

لَكِنْ يَقْصِرْنَ، برقم: ۹۴۰۴، ۹۴۰۵، ۹۴۰۶، ۱۶۹/۵، مطبوعة: دار الكتب

العلمية، بيروت ۱۴۲۰ھ-۱۹۹۹م۔ أيضاً المعجم الكبير للطبراني، أم

العلمية، بيروت ۱۴۲۰ھ-۱۹۹۹م۔ أيضاً المعجم الكبير للطبراني، أم

العلمية، بيروت ۱۴۲۲ھ-۲۰۰۲م)

یعنی، عورتوں پر حلق نہیں ہے اور ان پر تقصیر ہے۔

یہ بھی مروی ہے کہ عورتوں کے لئے حلق ممنوع ہے چنانچہ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ

رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ

”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى الْمَرْأَةَ أَنْ تَحْلِقَ رَأْسَهَا“ (كشف الأستار، كتاب

الحج، باب النهي عن الحلق للنساء، برقم: ۱۱۳۷، ۳۲/۲، مطبوعة: مؤسسة

الرسالة، بيروت، الطبعة الأولى ۱۳۹۹ھ-۱۹۷۹م)

یعنی، نبی کریم ﷺ نے عورت کو اپنے سر کا حلق کرانے سے منع فرمایا ہے۔

اور پھر حلق عورتوں کے حق میں مُثْلہ بھی قرار دیا گیا ہے اور ازواج مطہرات رضی اللہ

عنہن بھی قصر ہی کروایا کرتی تھیں چنانچہ علامہ علاء الدین کاسانی حنفی متوفی ۵۸ھ لکھتے ہیں:

و لَأَنَّ الْحَلْقَ فِي النِّسَاءِ مُثْلَةٌ، وَ هَذَا لَمْ تَفْعَلْهُ وَاحِدَةٌ مِنْ نِسَاءِ

رسول الله ﷺ ولكنها تقصر (بدائع الصنائع، كتاب الحج، فصل في

أحكام الحلق والتقصير، ۱۰۰/۳)

یعنی، حلق عورتوں کے حق میں مُثلہ ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ کے ازواج میں کسی نے حلق نہیں کروایا، لیکن عورت تقصیر کروائے گی۔

اسی لئے فقہاء کرام نے فرمایا کہ حلق مردوں کے حق میں مسنون ہے اور عورتوں کے حق میں مکروہ تحریمی ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

والحلقُ مسنونٌ للرجالِ (أی: أفضل) و مکروہٌ للنساءِ و

التقصير مباحٌ لهنَّ و مسنونٌ بل واجبٌ لهنَّ، ملخصاً (لباب

المناسك مع شرحه للقاری، باب مناسك منی، فصل في الحلق و التقصير،

ص ۲۵۳، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت)

یعنی، حلق مردوں کے لئے مسنون ہے اور عورتوں کے لئے مکروہ ہے اور تقصیر اُن کے حق میں مباح ہے اور مسنون ہے بلکہ (تقصیر) اُن کے لئے واجب ہے۔

لہذا عورتوں کے لئے تقصیر ہی واجب ہے چنانچہ ملا علی قاری "لباب مناسک" میں لکھتے ہیں:

لكراهية الحلقِ كراهة تحريمٍ في حقهنَّ إلا لضرورةٍ (المستند

المتفسط في المناسك المتوسط، باب مناسك منی، فصل في الحلق و

التقصير، ص ۲۵۳، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت)

یعنی، کیونکہ حلق عورتوں کے حق میں مکروہ تحریمی ہے مگر یہ کہ کسی شرعی ضرورت کی وجہ سے ہو۔

اسی طرح "غنیہ" میں ہے کہ

والحلقُ أفضلٌ للرجالِ، مکروہٌ للنساءِ كراهة تحريمٍ إلا

لضرورةٍ (غنية الناسك، فصل في الحلق، ص ۱۷۳، مطبوعة: إدارة القرآن،

کراتشی)

یعنی، حلق مردوں کے لئے افضل ہے عورتوں کے لئے مکروہ تحریمی ہے مگر یہ کہ کسی شرعی ضرورت کی وجہ سے ہو۔

اور عورت کے بال جب تقصیر کے قابل نہ ہوں تو تقصیر اس کے حق میں منع قرار پائے گی، چنانچہ ملا علی قاری حنفی "لباب مناسک" کی عبارت تقصیر کے منع رہونے کی شرح میں لکھتے ہیں:

أی تعدّر لكون الشعر قصيراً (المسلك المتفسط في المناسك

المتوسط، باب مناسك منی، فصل في الحلق و التقصير، ص ۲۵۳)

یعنی، بال چھوٹے ہونے کی وجہ سے تقصیر منع رہو۔

اور شرع کا حکم یہ ہے کہ جب حلق منع رہو تو تقصیر واجب ہوتی ہے اور تقصیر منع رہو تو

حلق چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

وإذا تعدّر الحلق لعارضٍ تعینَ التقصير، أو التقصيرُ تعینَ الحلق

(المسلك المتفسط في المناسك مع شرحه للقاری، باب مناسك منی، فصل في الحلق و

التقصير، ص ۲۵۳)

یعنی، اگر حلق کسی عارض کی وجہ سے منع رہ گیا تو تقصیر متعین ہوگی یا تقصیر

منع رہو تو حلق متعین ہوگا۔

اور عورت کے حق میں حلق تو پہلے ہی منع رہا کہ شرعاً ممنوع ہے باقی رہی تقصیر تو وہ اس

وقت منع رہوگی جب بال تقصیر کے قابل نہ ہوں عورت کے بال تقصیر کے قابل ہوں تو تقصیر

لازم ہوگی کثرت سے عمرے کرنے کے لئے شرع مطہرہ نے مجبور نہیں کیا ہے، عورت حج کے

لئے آئی ہو تو اس کا حج قرآن یا افراد ہوگا تو ایک بار اور تمتع ہوگا تو دوبار تقصیر لازم ہوگی، اس

کے علاوہ عمرے وہ اپنی جانب سے کرے گی تو اس پر شریعت کی پیروی لازم ہوگی کہ اُسے

احرام سے نکلنے کے لئے تقصیر کروانی ہوگی کیونکہ جب تقصیر ہو سکتی ہو تو اس کے بغیر احرام نہیں

گھلے گا چنانچہ علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کا سانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

فالحلق أو التقصير واجب عندنا، إذا كان على رأسه شعر لا يتحلل بدونه و لنا قوله تعالى: ﴿ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ﴾ (الحج:

۲۹/۲۲) و روى عن ابن عمر رضى الله عنه: أنَّ التَّفَثَ

حَلَقُ الشَّعْرِ، وَ لَبَسُ الثِّيَابِ، وَ مَا يَتَّبِعُ ذَلِكَ (بدائع الصنائع،

كتاب الحج، فصل في أحكام الحلق و التقصير، ۹۸/۳، مطبوعة: دار الكتب

العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۷م)

یعنی، پس حلق یا تقصیر ہمارے نزدیک واجب ہے جب کہ اُس کے سر پر

بال ہوں، اُس کے بغیر وہ احرام سے نہیں نکلے گا اور ہماری دلیل اللہ

تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ﴾ (ترجمہ: پھر اپنا میل کچل

اُتاریں) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ”التَّفَثُ“ بال

منڈوانا، کپڑے پہننا وغیرہ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الإثنين، ۶ ذو الحجة ۱۴۳۰ھ، ۲۳ نوفمبر ۲۰۰۹، 486-F

جمرات کی رمی میں ترتیب

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک

شخص طواف زیارت کر کے ۱۱ تاریخ کو مکہ مکرمہ سے ظہر کے بعد گیا اُس نے سوچا کہ اگر میں

جرمہ اولیٰ کی طرف جاتا ہوں تو چکر لہبا ہوگا اس لئے اس نے جرمہ عقبہ سے رمی شروع کی اور

جرمہ اولیٰ پر ختم کی اب اس صورت میں اُس کی رمی ہوگئی یا نہیں؟ اور اُس پر کوئی دم یا صدقہ

وغیرہ تو لازم نہیں ہوگا، اگر ہوگا تو کیا؟

(السائل: ریحان ابوبکر، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: تینوں جمرات کی رمی میں مسنون

ہے کہ جرمہ اولیٰ سے ابتداء کرے اور عقبہ پر اختتام چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ

عن ابن عمر رضى الله عنهما: أَنَّهُ كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا

بِسَبْعِ حَصِيَّاتٍ، يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ حَتَّى يُسْهَلَ،

فَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ فَيَقُومُ طَوِيلًا، وَ يَدْعُوا وَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ، ثُمَّ

يَرْمِي الْوُسْطَى، ثُمَّ يَأْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَيَتَسَهَّلُ وَ يَقُومُ مُسْتَقْبِلَ

الْقِبْلَةِ، ثُمَّ يَدْعُوا وَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ، فَيَقُومُ طَوِيلًا، ثُمَّ يَرْمِي جَمْرَةَ

ذَاتِ الْعُقْبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي، وَ لَا يَقِفُ عِنْدَهَا، ثُمَّ يَنْصَرِفُ

فَيَقُولُ: هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَعْمَلُ (صحيح البخاري، كتاب

الحج، باب إذا رمى الجمرتين الخ، برقم: ۱۷۵۱، ۴۳۰/۱، مطبوعة: دار

العلمية، بيروت ۱۴۲۰ھ-۱۹۹۹م)

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ جرمہ اولیٰ

سے سب سے پہلے سات کھریاں مارتے، ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے، پھر آگے بڑھتے

پس نرم زمین پر تشریف فرما ہوتے، پھر قبلہ رو ہو کر طویل قیام فرماتے

پس دعا فرماتے اور دعائیں اپنے ہاتھ اٹھاتے، پھر جرمہ وسطیٰ کو کنکریاں

مارتے پھر اپنی بائیں جانب کو ہو کر نرم زمین پر تشریف فرما ہوتے پھر

قبلہ رو ہو کر طویل قیام فرماتے پس دعا فرماتے اور دعائیں اپنے ہاتھ

اٹھاتے پھر بطن وادی سے جرمہ عقبہ کی رمی فرماتے اور اُس کے پاس

قیام نہ فرماتے، پھر لوٹے جاتے اور فرمایا کہ اسی طرح میں نے نبی کریم

ﷺ کو کرتے دیکھا ہے۔

اسی لئے فقہاء کرام میں سے بعض نے اس ترتیب کو واجب قرار دیا ہے جیسا کہ ”الباب

المناسک“ میں مذکور ہے (باب المناسک مع شرحه للفقاری، باب مناسک منی، فصل فی أحكام الرمی

و شرائطه و واجباته، العاشر، ص ۲۷۶، وفيه: العاشر الترتيب في رمي الجمار على قول البعض، يعني دواں واجب بعض کے قول کی بنا پر رمی جمار میں ترتیب، اور ہمارے نزدیک یہ ترتیب واجب نہیں ہے چنانچہ امام مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب ابن الساعاتی حنفی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

و نسقطُ الترتيب في الرمي (مجمع البحرين و ملتقى النيرين، كتاب الحج، فصل في صفة أفعال الحج، ص ۲۳۰، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۶ھ - ۲۰۰۵م)

یعنی، ہم رمی میں ترتیب کو ساقط کرتے ہیں۔
اس کی شرح میں ابن الملک نے لکھا کہ

أى: في رمي الجمار حتى لو بدأ بحجرة العقبة ثم بالوسطى، ثم بالتى تلى المسجد جاز عندنا (تحقيق مجمع البحرين و ملتقى النيرين، كتاب الحج، فصل في صفة أفعال الحج، ص ۲۳۰)

یعنی، رمی جمار میں یہاں تک کہ اگر جمرہ عقبہ سے ابتداء کی کی پھر وسطیٰ کی رمی کی پھر اسے جو مسجد خیف سے ملے ہوا ہے تو ہمارے نزدیک جائز ہے۔
اور اکثر فقہاء کرام نے مسنون قرار دیا ہے چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ علیہ حنفی لکھتے ہیں:

و الأكثرُ على أنه سنة (لباب المناسك مع شرحه للقلبي، ص ۲۷۶)
یعنی، اکثر فقہاء اس پر ہیں کہ یہ ترتیب سنت ہے۔

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

كما صرح به صاحبُ "البدائع" و "الكرمانى" و "المحيط"، و "فتاوى السراجية"، و قال ابنُ الهمام: و الذى يقوى عندى استئناؤُ الترتيب لا تعيينُهُ (المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب رمي الجمار و أحكامه، فصل فى أحكام الرمي الخ، تحت قوله: و

الأكثر على أنه سنة، ص ۲۷۶)

یعنی، جیسا کہ اس کی (یعنی مسنون ہونے کی) تصریح صاحب بدائع (بدائع الصنائع، كتاب الحج، فصل فى حكمه (أى الرمي) إذا تأخر عن وقته أوفات، ۹۷/۳، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ - ۱۹۹۷م)، اور کرمانی (المسالك فى المناسك للكرمانى، القسم الثانى فى بيان نسك الحج، فصل الرمي فى اليوم الثانى إلخ، ۶۰۳/۱، مطبوعة: دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۴ھ - ۲۰۰۳م) نے کی اور "محیط" (المحيط البرهاني، كتاب المناسك، الفصل الثالث، تعليم أفعال الحج، برقم: ۳۲۶۵، ۴۰۹/۳، مطبوعة: إدارة القرآن، كراتشى ۱۴۲۴ھ - ۲۰۰۴م) اور "فتاوى السراجية" میں (اس کی تصریح) ہے اور "ابن الهمام" (فتح القدير، كتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: فيبتدئ بالتى إلخ، ۱۸۱/۲، مطبوعة: دار احیاء التراث العربی، بیروت) نے فرمایا وہ جو میرے

مذہب کے ہیں وہ اس ترتیب کا مسنون ہونا ہے نہ کہ واجب ہونا۔

و بعد زوالِ ثانی النحر رمی الجمار الثلاث ببدأ استئناؤ بما يلي مسجد الخيف ثم بما يليه الوسطى ثم العقبة سبعة سبعة الخ (الدر المختار شرح تنوير الأبصار، كتاب الحج، بعد قول التنوير: ثم أتى

منى، ص ۱۶۳)

یعنی، اور ایام نحر میں سے دوسرے دن زوال کے بعد تینوں جمرات کی رمی کرے از روئے سنت ہونے کے، اُس جمرہ سے شروع کرے جو مسجد خیف سے ملا ہوا ہے، پھر اُسے جو اس سے ملا ہوا ہے یعنی وسطیٰ کو پھر جمرہ عقبہ کو، ہر ایک کو سات سات کنکریاں مارے۔

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

حاصلہ اَنَّ هذا الترتيبَ مسنونٌ لا متعينٌ، و به صرحَ في "المجمع" وغيره، و اختاره في "الفتح" و قال في "اللباب": و الأكثرُ على أَنه سُنَّةٌ، و عزاهُ شارحه إلى "البدائع" و "الكرمانى"، و "المحيط"، و "السراجية" (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحج، مطلب: في رمى الجمرات الثلاث، تحت قوله: يبدأ استثناءً إلخ، ۳/۶۱۷، ۶۱۸)

یعنی، اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ ترتیب مسنون ہے متعین نہیں ہے اور اسی کی تصریح "مجمع" وغیرہ میں کی اور اس کو "فتح القدیر" (فتح القدیر، کتاب الحج، باب الاحرام، تحت قوله: فيبتدئ بالتي الخ، ۳۹۱/۲، مطبوعة: دار احياء التراث العربی، بیروت) میں اختیار کیا، اور "لباب" (لباب المناسك مع شرحه للفقاري، لباب المناسك مني، فصل في احكام الرمي و شرائطه الخ، ص ۲۷۶) میں فرمایا کہ اکثر اس پر ہیں کہ یہ ترتیب سنت ہے اور اس کے شارح (ملا علی قاری) نے اسے "بدائع" (بدائع الصنائع، کتاب الحج، فصل في رمى الجمرات الخ، ص ۲۷۶) بیان حکمہ إذا تأخر عن وقته، ۳/۹۷، "کرمانی"، "محیط"، "سراجیہ" (الفتاوى السراجية، كتاب الحج، باب ترتيب أفعال الحج، ص ۳۳، مطبوعة: مير محمد كتب خانہ، کراتشی) کی طرف منسوب کیا ہے۔

اور اگر غیر مسنون طریقے پر رمی کر لی پھر اُسی روز یاد آ گیا تو جمرہ وسطیٰ اور جمرہ عقبہ کی بالترتیب دوبارہ رمی کر لے۔

علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبدالغفور سندھی حنفی لکھتے ہیں:

فلو بدأ بجمرة العقبة ثم بالوسطى، ثم بالأولى و هي التي تلي مسجد الخيف، ثم تذكر ذلك في يومه، فإنه يُعيدُ الوسطى و

العقبة حتماً أو سنةً (لباب المناسك مع شرحه للفقاري، باب رمى الجمار و أحكامه، فصل في أحكام الرمي و شرائطه و واجباته، ص ۲۷۶) (أيضاً رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحج، مطلب: في رمى الجمرات الثلاث، تحت قوله: يبدأ استثناءً إلخ، ۳/۶۱۸)

یعنی، پس اگر جمرہ عقبہ سے شروع کیا پھر درمیانے کو پھر پہلے کو اور پہلا جمرہ وہ ہے جو مسجد خیف سے ملا ہوا ہے، پھر اُسے اُسی دن یاد آیا تو درمیانے اور عقبہ کی رمی (بعض کے نزدیک) وجوباً یا (اکثر کے نزدیک) ازروئے سنت کے دہرائے۔

اور شمس الائمہ سرخسی نے اس باب میں جو لکھا ہے اُس سے اعادہ کا وجوب مستفاد ہے اگرچہ اکثر فقہاء اس کے خلاف پر ہیں اس لئے بہتر ہے کہ اُسی دن اعادہ کر لے۔ اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

فإن بدأ في اليوم الثاني بجمرة الوسطى، ثم بالوسطى، ثم بالتي تلي المسجد ثم تذكر ذلك في يومه يُعيدُ على جمرة الوسطى، و جمرة العقبة لأن منسك شريع مرتباً في هذا اليوم، فيما سبق أو أنه لا يُعتدُّ به، كان جمرة الأولى بمنزلة الافتتاح لجمرة الوسطى و الوسطى للعقبة فما أدى قبل وجوب افتتاحه لا يكون معتداً به كمن سجد قبل الركوع، أو سعى قبل الطواف، و المعتدُّ هنا من رميه الجمرة الأولى، فلهذا يُعيدُ على الوسطى و العقبة انتهى (المسلك المتفسط في المنسك المتوسط، باب رمى الجمار و أحكامه، فصل في أحكام الرمي و شرائطه و واجباته، تحت قوله: العاشر الترتيب إلخ، ص ۲۷۶)

یعنی، پس ”مبسوط“ سرخسی میں ہے کہ پس اگر دوسرے دن جمرہ عقبہ سے شروع کیا پس اُس کی رمی کی، پھر جمرہ وسطیٰ کو پھر اُسے جو مسجد خیف سے ملا ہوا ہے (یعنی جمرہ اولیٰ کی رمی کی) پھر اُسے اُسی دن یاد آگیا تو جمرہ وسطیٰ اور جمرہ عقبہ کی رمی کا اعادہ کرے کیونکہ یہ ایک ٹسک ہے جو ترتیب وار مشروع کیا گیا ہے اور جو اپنے وقت سے پہلے ہوا اُس کا اعتبار نہیں کیا جاتا، پس گویا کہ جمرہ اولیٰ جمرہ وسطیٰ کے لئے بمنزلہ افتتاح کے ہیں پس جو اس کے افتتاح کے وجوب سے قبل ادا کیا گیا اُسے شمار نہیں کیا جاتا اُس شخص کی مثل جس نے رکوع سے قبل سجدہ کر لیا یا طواف سے قبل سعی کی اور یہاں اُس کی جمرہ اولیٰ کو رمی شمار کی جائے گی اسی لئے جمرہ وسطیٰ اور جمرہ عقبہ کی رمی کا اعادہ کرے گا۔ اھ

اور رمی جمرات میں معروف ترتیب کا ترک کرنا اُن کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے جو اس ترتیب کے وجوب کے قائل ہیں اور دوسروں کے نزدیک جو اس ترتیب کے سنت مؤکدہ ہونے کے قائل ہیں مکروہ تنزیہی ہے اور وہ اکثر فقہاء کرام ہیں۔ علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فلو عکس ترتیب الجمار جاز و مکروہ (الدر المنثور ج ۱ ص ۱۰۸) تحت قوله: يعود إلى من سبقه الملتقى، كتاب الحج، فصل إذا دخل مكة إلخ، تحت قوله: يعود إلى من سبقه فيرمي إلخ، ۱/ ۴۱۵، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى

(۱۹۹۸-۵۱۴۱۹م)

یعنی، پس اگر ترتیب جمرات کا عکس کیا تو جائز ہو اور مکروہ ہوا۔

اسی لئے وہ رمی جس میں معروف ترتیب کو ترک کیا گیا ہو اس کا اعادہ بعض فقہاء کے نزدیک واجب ہے اور اکثر کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

حتماً أى وجوباً عند البعض أو سنة مؤكدة عند الأكثر (المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب رمى الجمار و أحكامه،

فصل فى أحكام الرمي و شرائطه و واجباته، ص ۲۷۶)

یعنی، وجوباً بعض کے نزدیک یا سنت مؤکدہ اکثر کے نزدیک۔

اور اختلاف سے نکلنے کے لئے افضل یہی ہے کہ اُسی دن اعادہ کر لے۔ اور اگر وہ دن گزر جائے تو اُس پر سوائے اسانت کے کچھ لازم نہ ہوگا کہ اکثر فقہاء کرام اس ترتیب کو سنت مؤکدہ قرار دیتے ہیں اس لئے ترک مکروہ تنزیہی ہوگا اور یہاں دن سے مراد اُس دن کی رمی کے وقت کا گزر جانا ہے اور بارہ اور تیرہ تاریخ کی رمی کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور اگلے دن کی صبح صادق پر ختم ہوتا ہے یعنی کسی حاجی نے رمی میں ترتیب کو ترک کر دیا تو وہ اگلے روز کی صبح صادق تک اس کا اعادہ کر سکتا ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

۲۹ نومبر ۲۰۰۹ م 663-F

لئے دن میں رمی افضل ہے یا رات میں

استفتاؤں کے لئے دن میں رمی افضل ہے یا رات میں جب کہ بلا عذر رات تک رمی کی تاخیر کو مکروہ قرار دیا گیا ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ عورت کے حق میں رات میں رمی کرنا افضل ہے چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

إلا أن رميها فى الليل أفضل (المسلك المتقسط فى المنسك

المتوسط، باب رمى الجمل، فصل أحكام الرمي إلخ، تحت قوله: فيكره

ترکھا إلخ، ص ۲۷۶، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى

(۱۹۹۸-۱۴۱۹ م)

یعنی، مگر یہ کہ عورت کارات میں رمی کرنا افضل ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں: مرد و زن در رمی جمار برابر اند إلا أنکھ افضل در حق زن آن است کہ رمی نماید در شب

زیارة للستر (حياة القلوب فی زیارة المحبوب، باب نهم در بیان طواف زیارة،

فصل چهارم در بیان وقت رمی جمار، ص ۲۱۸، مطبوعة: إدارة المعارف،

کرانشی ۱۳۹۱ھ)

یعنی، مرد اور عورت رمی جمار میں برابر ہیں مگر یہ کہ عورت کے حق میں پردہ میں زیادتی کے لئے افضل یہ ہے کہ رات میں رمی کرے (کہ اس میں زیادہ ستر ہے)۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الإثنين، ۱۳ ذوالحجة ۱۴۳۰ھ، ۳۰ نوفمبر ۲۰۰۹ م 664-F

قصداً ممنوعات احرام کے مرتکب و تارک واجبات کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے

ارادۂ محظورات احرام و ممنوعات حج کے ارتکاب اور واجبات کو ترک کرنے والوں کے بارے میں شرع مطہرہ کا کیا حکم ہے کیونکہ مسلمان ممالک کے صدور یا وزراء اعظم یا دیگر اُمراء، وزراء اور مشیر آتے ہیں عمرہ یا حج ادا کرتے ہیں حلق تو وہ بالکل کرواتے ہی ہیں، قصر شرعی بھی وہ شاید نہ کرواتے ہوں ان لوگوں اور ان جیسے دوسرے لوگوں کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: مامورات کا ترک ہو یا منہیات کا

ارتکاب دونوں ممنوع ہیں یعنی وہ کام کہ شریعت مطہرہ نے جن کے کرنے کا حکم دیا ہے اُن کو بلا عذر شرعی چھوڑنا یا وہ کام کہ شریعت مطہرہ نے جن کو چھوڑنے کا حکم دیا ہے وہ کام بلا عذر شرعی کرنا ممنوع ہے وہ احکام جو فرض یا واجب کے درجے میں ہیں اُن کو چھوڑنے والا اور وہ کام جو حرام قطعی یا حرام ظنی یعنی کراہت تحریمی کے درجے میں ہیں ان کا ارتکاب کرنے والا عند اللہ گنہگار ہے، اور قصداً ان مامورات اور سنن کا ترک محرمیوں کا سبب ہے اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے جو ایسا کرتے ہیں۔

واجبات کے ترک کے متعلق مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں:

حکم واجب آنست اگر ترک کر دیکے از آنہا صحیح باشد حج او لازم آید

بروے دم یا صدقہ برابر است کردہ باشد آن را عمد یا سهو یا نسیاناً یا جهلاً

لیکن چون ترک کرد بطریق تمہد آثم باشد اگر چه دم و دہم مرتفع نگردد آن

آثم بخیر توبہ (حیلة القلوب فی زیارة المحبوب، مقلعة الرسالة، فصل سیوم،

یعنی، عہدہ کے حکم یہ ہے کہ اگر اُن میں سے کسی ایک کو ترک کر دے تو

اس کا حج ٹکا ہو جائے گا اور اُس پر دم یا صدقہ لازم آئے گا چاہے اُسے

بان بوجھ کر، یا سو میں یا بھول میں یا علم نہ ہونے کی وجہ سے ترک کیا ہو

لیکن جب بان بوجھ کر ترک کیا ہو تو گنہگار ہوگا اگر چہ دم دے دے

اور وہ گناہ بغیر توبہ کے نہ اٹھے گا۔

عمداً ممنوعات کے مرتکب پر جو جزاء اور لزوم گناہ پر علماء کرام نے قرآن کریم

سے بھی استدلال کیا ہے، چنانچہ قاضی حسین بن محمد سعید بن عبد الغنی مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ لکھتے ہیں:

فالقراء دلّ علی وجوب الجزاء علی العامد و علی إثمہ بقوله:

﴿لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِه﴾ (إرشاد الساری إلی مناسک الملا علی القلری،

باب الجنایات، تحت قول الباب: عامداً أو خاطئاً، ص (۳۳۱)

یعنی، پس قرآن کریم نے اپنے اس قول ”تا کہ چکھیں اپنے امر کا وبال“ کے ساتھ عامد پر جو جزاء اور کرم گناہ پر دلالت کی ہے۔

اور ممنوعات کے ارتکاب کے بارے میں صاحب فتح القدر کے شاگرد علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

المُحَرَّمُ إِذَا جَنَى عَمْدًا بِلا عُذْرٍ يَحِبُّ عَلَيْهِ الْجَزَاءُ وَالْإِثْمُ، وَ إِنْ جَنَى بِغَيْرِ عَمْدٍ أَوْ بِعُذْرٍ فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ دُونَ الْإِثْمِ وَلَا بَدَّ مِنَ التَّوْبَةِ عَلَى كُلِّ حَالٍ (لُبابُ الْمَنَاسِكِ مَعَ شَرْحِهِ لِلْقَارِي، بَابُ الْجَنَائِيَّاتِ، ص ۳۳۰)

یعنی، محرم جب بلا عذر جان بوجھ کر جرم کرتا ہے تو اس پر جزاء اور گناہ دونوں لازم آتے ہیں، اور اگر جان بوجھ کر جرم نہیں کرتا یا کسی عذر کی وجہ سے جرم کرتا ہے تو اس پر جزاء ہے نہ کہ گناہ اور ہر حال میں توبہ ضروری ہے۔

اس کے تحت ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فِيهِ: أَنَّهُ لَا يَحِبُّ التَّوْبَةُ إِذَا كَانَ بِعُذْرٍ أَوْ بِغَيْرِ عَمْدٍ وَ عَمْدٌ إِذَا جَنَى عَمْدًا بِلا عُذْرٍ ثُمَّ كَفَّرَ، فَلَا يُتَوَهَّمُ أَنَّهُ لَا يَتَوَجَّهُ عَلَيْهِ الْإِثْمُ، وَلَا تَحِبُّ عَلَيْهِ التَّوْبَةُ (الْمَسْلُوكُ الْمُتَقَسِّطُ فِي الْمَنَاسِكِ)

المتوسط، باب الجنایات، ص ۳۳۰)

یعنی، اس میں ہے کہ جب عذر کے سبب (ارتکاب) ہو یا (ارتکاب) قصد نہ ہو تو توبہ واجب نہیں ہے اور مقصود یہ ہے کہ جب جان بوجھ کر بلا عذر جرم کرے پھر کفارہ دے دے تو یہ وہم نہیں کیا جاسکتا کہ اس کی طرف گناہ متوجہ نہیں ہوگا اور اس پر توجہ واجب نہیں ہوگی۔

اور ملا علی قاری مزید لکھتے ہیں جسے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نے بھی نقل کیا کہ

فَقَدْ ذَكَرَ ”ابْنُ جَمَاعَةَ“ عَنْ ”الْأَيْمَةِ الْارْبَعَةِ“ أَنَّهُ إِذَا ارْتَكَبَ مُحْظُورَ الْإِحْرَامِ عَمْدًا يَأْتُمُّ، وَلَا تُخْرِجُهُ الْفِدْيَةُ، وَالْعَزْمُ عَلَيْهَا عَنْ كَوْنِهِ عَاصِيًا

قال النووي: وربما ارتكَبَ بعضُ العامة شَيْئًا مِنْ هَذِهِ الْمُحَرَّمَاتِ، وَقَالَ: أَنَا أَفْدِي مَتَوَهِّمًا أَنَّهُ بِالتَّزَامِ الْفِدْيَةُ يَتَخَلَّصُ مِنْ وَبَالِ الْمَعْصِيَةِ، وَ ذَلِكَ خَطَأٌ صَرِيحٌ وَ جَهْلٌ قَبِيحٌ، فَإِنَّهُ يَحْرُمُ عَلَيْهِ الْفِعْلُ، فَإِذَا خَالَفَ أَثَمَ، وَلِزِمَتْهُ الْفِدْيَةُ، وَ لَيْسَتْ الْفِدْيَةُ مُبِيحَةً لِلْإِقْدَامِ عَلَى فِعْلِ الْمُحَرَّمِ، وَ جِهَالُهُ هَذَا الْفِعْلُ كَجِهَالِهِ مَنْ يَقُولُ: أَنَا أَشْرَبُ الْخَمْرَ وَ أَزْنِي وَ الْحَدُّ يُطَهِّرُنِي، وَ مَنْ يَعْلَمُ بِأَنَّ مِمَّا يُحْكَمُ بِتَحْرِيمِهِ، فَقَدْ أَخْرَجَ حُجَّةً عَنْ أَنَّ يَكُونُ الْخَمْرُ وَ الْزَنَى مُطَهِّرَيْنِ

وَقَدْ صَرَّحَ أَصْحَابُنَا بِمِثْلِ هَذَا فِي الْمُدَوِّدِ، فَقَالُوا: إِنَّ الْحَدَّ لَا يَكُونُ طَهْرًا مِنَ الذَّنْبِ، وَ لَا يَعْمَلُ فِي سُقُوطِ الْإِثْمِ، بَلْ لَا بَدَّ مِنَ التَّوْبَةِ، فَإِنْ تَابَ كَانَ الْحَدُّ طَهْرًا لَهُ، وَ سَقَطَتْ عَنْهُ الْعُقُوبَةُ الْآخَرُويَّةُ بِالْإِجْمَاعِ، وَ إِلَّا فَلَا، لَكِنْ قَالَ صَاحِبُ ”الْمُلْتَقَطِ“ فِي بَابِ الْإِيْمَا: إِنَّ الْكُفَّارَةَ تَرْفَعُ الْإِثْمَ وَ إِنْ لَمْ تُوجَدْ التَّوْبَةُ مِنْ تِلْكَ الْجَنَائِيَّةِ، انْتَهَى

و يؤَيِّدُهُ مَا ذَكَرَهُ الشَّيْخُ نَجْمُ الدِّينِ النَّسْفِيُّ فِي تَفْسِيرِهِ ”التَّيْسِيرِ“ عِنْدَ قَوْلِ تَعَالَى: ﴿فَمَنْ اعْتَدَى بِعَدْوٍ فَلَهُ﴾

عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ أى: اصطاد بعد ذلك الإبتداء، قيل: هو العذابُ في الآخرة مع الكفارة في الدنيا، إذا لم يُتَّب منه، فإنَّها لا ترفعُ الذَّنْبَ عن المصرِّ، انتهى، وهذا تفصيلٌ حسنٌ، و تقييدٌ مستحسنٌ يُجمَع به بين الأدلة و الروايات، والله تعالى أعلم، بحقائق الحالات، و اللَّفظ للقارى (المسلك المتقسط في المنسك المتوسَّط، باب الجنایات، تحت قوله: لا بدَّ من التَّوبَةِ إلخ، ص ۳۳۰، ۳۳۱، مطبوعه: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹-۱۹۹۸م) (ردُّ المحتار على الدرِّ المختار، كتاب الحج، باب الجنایات، تحت قول التَّنْویر: ولو ناسياً إلخ، ۶۵۲/۳، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰-۲۰۰۰م)

یعنی، علامہ ”ابن جماعة“ نے ”ائمہ اربعہ“ سے ذکر کیا کہ اگر حُرْم ممنوعات احرام کا جان بوجھ کر ارتکاب کر لے تو وہ گنہگار ہوتا ہے اور فدیہ اور اُس کا عزم اُسے اُس کے گنہگار ہونے سے نہیں نکالتا۔

امام نووی (شافعی) (کتاب متن الإيضاح، الباب الثاني في الإحرام، ص ۵۸، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۱۶-۱۹۸۶م) نے فرمایا بسا اوقات عوام ان ممنوعات میں سے کچھ کا ارتکاب کرتے ہیں اور (مرتکب) کہہ دیتا ہے کہ میں فدیہ دے دوں گا اور اُس کا وہم ہے کہ فدیہ کا التزام کرنا اُسے معصیت کے وبال سے چھٹکارا دلادے گا اور یہ صراحتہ خطا اور بہت قبیح جہالت ہے، پس اُس پر ممنوع کا ارتکاب حرام تھا جب اُس نے خلاف کیا تو گنہگار ہوا اور اُسے فدیہ لازم ہو گیا اور فدیہ ممنوع فعل پر اقدام کو مباح نہیں کرتا، (علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: فدیہ اُس گناہ کو اصلاً اٹھانے والا نہیں ہے

جیسا کہ تمام کفارے، (حاشیہ العلامة ابن حجر الہیتمی، الباب الثاني في الإحرام، فصل: هذه محرمات الإحرام إلخ، ص ۲۲۴، مكتبة نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة) اور یہ جہالت اُس شخص کی جہالت کی مثل ہے جو یہ کہے کہ میں شراب پیوں گا اور زنا کروں گا اور حد مجھے پاک کر دے گی، اور جس شخص نے ایسا کام کیا کہ جس کا حرام ہونا محکم ہے تو اس کا یہ ارتکاب اُسے اس کے حج کو حج مقبول ہونے سے نکال دے گا۔ انتہی

اور ہمارے اصحاب نے اس کی مثل (اُمور) کی حدود کے بیان میں تصریح کی ہے پس انہوں نے کہا کہ حد گناہ سے پاک کرنے والی نہیں اور گناہ کے ساقط ہونے میں عمل نہیں کرتی بلکہ اس کے لئے توبہ ضروری ہے پس اگر وہ توبہ کر لے تو حد اس کے لئے پاک کرنے والی ہے اور آخرت کی سزا اس سے بالاجماع ساقط ہو جائے گی ورنہ نہیں لیکن صاحب ”مفہم“ نے باب الايمان میں فرمایا کہ کفارہ گناہ کو اٹھا دیتا ہے اور اُسے حُرْم سے توبہ کرنا نہ پایا جائے اھ اور اس کی تائید اس سے (یہ ابو حفص عمر بن محمد نجم الدین نسفی (متوفی ۵۱۷ھ) اور ابن قیم کا نام ”التيسير في التفسير“ ہے جیسا کہ ”كشف الكون“ (۵۱۹ھ) اور ”الفوائد البهية“ (ص ۱۴۹) میں ہے) نے اپنی تفسیر ”التيسير“ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿فَمَنْ اَعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (البقرہ: ۱۷۸/۲) کے تحت لکھا کہ یعنی اُس نے اس ابتداء کے بعد شکار کیا، کہا گیا ہے کہ جب وہ اس جرم سے توبہ نہیں کرتا تو دنیا میں اس کفارے کے ساتھ آخرت کا عذاب ہے کیونکہ کفارہ مصر سے گناہ نہیں اٹھاتا اھ اور یہ اچھی تفصیل ہے اور مستحسن تقييد ہے کہ جس نے اولہ اور روایات کے مابین جمع کر دیا۔ واللہ تعالیٰ أعلم بحقائق

الحالات

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا اور ان سے علامہ قاضی حسین بن محمد سعید عبدالغنی مکی حنفی متوفی ۳۶۶ھ نے نقل کیا ہے کہ

فِي حَمَلٍ مَا فِي "الْمَلْتَقَطِ" عَلَى غَيْرِ الْمَصْرِ، وَ مَا فِي غَيْرِهِ عَلَى الْمَصْرِ، وَقَدْ ذَكَرَ هَذَا التَّوْفِيقَ الْعَلَامَةُ "نُوحٌ" فِي "حَاشِيَةِ الدَّرَرِ" ۱ھ (رَدُّ الْمُحْتَارِ عَلَى الثَّرِّ الْمُخْتَلَرِ، كِتَابُ الْحَجِّ، بَابُ الْجَنَائِاتِ، تَحْتَ قَوْلِ التَّنْوِيرِ: وَلَوْ نَاسِبًا إِلَخَ، ۳/۶۵۲ - وَ أَيْضًا إِرْشَادُ السَّارِي إِلَى مَنَاسِكَ الْمَلَأَ عَلَى الْقَارِي، بَابُ الْجَنَائِاتِ، تَحْتَ قَوْلِهِ: هَذَا تَفْصِيلٌ حَسَنٌ، ص ۳۳۱)

یعنی، جو "ملتقط" میں ہے وہ غیر مصر پر اور اس کتاب کے علاوہ دیگر میں ہے اُسے مصر پر محمول کیا جائے گا، اور یہ موافقت (بین الأدلہ و الروایات) علامہ نوح نے "دُرَر" کے حاشیہ میں ذکر کی ہے۔

ترک واجب اور ارتکاب حرام گناہ ہے اور اس پر مصر میں ایک بار گناہ کر کے دوبارہ کرنے کے والے کے لئے "مناسک ملا علی قاری" کے حاشیہ میں ہے۔

يَقَالُ لَهُ: اذْهَبْ يَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْكَ، وَ اسْتَدَلَّ بِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ﴾ (المائدة: ۹۵/۵) (إِرْشَادُ السَّارِي إِلَى مَنَاسِكَ الْمَلَأَ عَلَى الْقَارِي، بَابُ الْجَنَائِاتِ، تَحْتَ قَوْلِهِ: خِلَافًا لِمَنْ قَالَ فِي الْمَنَاسِكِ ص ۳۳۱)

یعنی، اُسے کہا جائے گا تجھ سے اللہ تعالیٰ انتقام لے گا اور اللہ تعالیٰ کے فرمان "اور جواب کرے گا اللہ اُس سے بدلہ لے گا" سے استدلال کیا ہے۔

اور یہ احقر کہتا ہے کہ جب ایک شخص جانتا ہے کہ یہ فعل احرام میں حرام ہے پھر وہ یہ بھی

جانتا ہے کہ اس کے ارتکاب پر فدیہ لازم آئے گا پھر بھی وہ اس فعل حرام کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ پشیمان نہیں بلکہ ممنوعات کے ارتکاب میں دیدہ دلیری کا مظاہرہ کرتا ہے لہذا اُس کا جرم ایسا ہے کہ صرف کفارہ ادا کرنے سے گناہ معاف نہیں ہوگا بلکہ اُس کے لئے توبہ کرنی ہوگی، برخلاف اُس شخص کے کہ جس سے ممنوع کا ارتکاب ہو گیا پھر معلوم ہونے پر پشیمان ہوا اور اس نے کفارہ ادا کیا تو اس کا یہ کفارہ اس کے گناہ کو اٹھا دے گا کیونکہ اُس کا پشیمان ہونا اُس کی توبہ سے کافی ہو گیا کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

"كَفَّارَةُ الذَّنْبِ النَّدَمُ أَوْ النَّدَامَةُ" (أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ فِي مُسْنَدِهِ، بِرَقْمِ:

۲۶۲۳، ۱/۲۸۹) وَ الطَّبْرَانِيُّ فِي "الْمَعْجَمِ الْكَبِيرِ" بِرَقْمِ: ۱۲۷۹۵، أَبُو

الْجَوْزَاءُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، (۱۲/۱۳۴) وَ الْبَيْهَقِيُّ فِي "الشَّعْبِ" (السَّابِعُ وَ

الرَّابِعُونَ مِنْ شُعْبِ الْإِيمَانِ، بِرَقْمِ: ۶۶۳۸، ۹/۲۶۶) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوعاً

لِابْنِ عَبَّاسٍ: الْغَنَاءُ كَالْغَنَاءِ نَدَامَةٌ هِيَ -

اسلام آباد کے محترم شیخ احمد سرہندی فاروقی حنفی نے اس حدیث کو ان الفاظ

کے ساتھ نقل کیا ہے: "الغناء كَالْغَنَاءِ نَدَامَةٌ هِيَ -" جو اصل گناہ کر کے نام ہوا تو یہ ندامت اس کے گناہوں کا کفارہ

ہے۔ (مکتوبات امام ربانی، جلد دوم، دفتر دوم، حصہ ہفتم، مکتوب: ۶۶، ص ۳۸)

اور یہاں ارتکاب ممنوع پر اصرار نہیں پایا گیا اور وہاں پایا گیا اس لئے توبہ کرنا لازم ہوگئی۔

امام اہلسنت امام احمد رضا محدث بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

كُفَّارَةُ اس لئے ہیں کہ بھول چوک سے یا سونے میں یا مجبوری میں جرم ہوں تو کفارہ سے پاک ہو جائیں نہ اس لئے کہ جان بوجھ کر بلا عذر جرم کرو اور کہو کہ کفارہ دے دیں گے، دینا تو جب بھی آئے گا مگر قصداً حکم الہی کی مخالفت سخت ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ، حق تعالیٰ توفیق

طاعت عطا فرما کر مدینہ طیبہ کی زیارت کرائے، آمین (انوار البشارة فی مسائل الحج والزيارة، فصل ششم جرم اور ان کے کفارے، نصیحت، ص ۷۳، مطبوعہ: تحریک اصلاح العقائد، مینہادر، کراتشی ۱۹۷۳ م)

اور جو لوگ واجبات جان بوجھ کر ترک کرتے ہیں وہ ایسے ہی ہیں جیسے کوئی شخص جان بوجھ کر ممنوعات احرام کا ارتکاب کرے اور پھر اگر ان کو اپنے عہدے پر ناز ہے یا اپنی دولت پر تو دونوں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں اگر انہیں شریعت مطہرہ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے شرم آتی ہے اور آخرت کو فراموش کر بیٹھے ہیں تو اپنی اس حالت پر ان کو افسوس کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رونا اور گڑگڑانا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان کی حالت بدل دے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۳۰ ذو القعدة ۱۴۲۹ھ، ۲۸ نومبر ۲۰۰۸ م 483-F

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی محرم کے احرام میں نجاست لگی ہوئی ہو اور اُسے معلوم نہ ہو تو دیکھنے والے پر لازم ہے کہ اُسے بتائے یا لازم نہیں ہے، اسی طرح کسی محرم کو ممنوعات احرام میں سے کسی منکر کے ارتکاب کرتا ہوا پائے تو دیکھنے والا کیا کرے اُسے بتائے یا نہ بتائے؟

(السائل: الوطال قادری)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: محرم کے احرام کی چادروں پر نجاست درہم کی مقدار سے زائد ہو اور دیکھنے والا یہ سمجھتا ہو کہ اگر میں اسے بتا دوں گا تو یہ دھو لے گا تو اُس پر لازم ہے کہ اُسے بتا دے اور اگر یہ جانتا ہو کہ یہ شخص میری بات نہیں سنے گا تو اُسے اختیار ہے کہ بتائے یا نہ بتائے، چنانچہ امام افتخار الدین طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری حنفی متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

رأى على ثوب إنسان نجاسة أكثر من قدر الدرهم، وإن وقع في قلبه أنه لو أخبره يشتغل بغسله لم يسعه أن لا يخبره، وإن علم أنه لا يلتفت إلى كلامه كان في سعة أن لا يخبره (خلاصة الفتاوى، كتاب الطهارة، الفصل الثامن في النجاسة، ۱/۴۶، مطبوعہ: مكتبة رشيدية، كوتة)

یعنی، کسی انسان کے کپڑوں پر درہم کی مقدار سے زیادہ نجاست لگی ہوئی دیکھی، اگر دیکھنے والے کے دل میں آئے کہ اگر میں اُسے بتاؤں گا تو یہ اُسے دھونے میں مشغول ہو جائے گا تو اُسے اس بات کی گنجائش نہیں کہ وہ اُسے خبر نہ دے، اور اگر وہ جانتا ہے کہ وہ شخص اس کی بات کی طرف توجہ نہیں کرے گا تو اُسے گنجائش ہے کہ اُسے خبر نہ دے (یعنی چاہے تو خبر دے اور چاہے تو نہ دے)۔

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی محرم کے احرام میں نجاست لگی ہوئی ہو اور اُسے معلوم نہ ہو تو دیکھنے والے پر لازم ہے کہ اُسے بتائے یا لازم نہیں ہے، اسی طرح کسی محرم کو ممنوعات احرام میں سے کسی منکر کے ارتکاب کرتا ہوا پائے تو دیکھنے والا کیا کرے اُسے بتائے یا نہ بتائے؟

یعنی، امر بالمعروف اسی پر ہے اگر جانتا ہے کہ وہ اُس کی بات سنیں گے تو اُس پر (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) واجب ہے ورنہ نہیں۔ اور بعض فقہاء کرام نے مطلقاً امر بالمعروف کو واجب قرار دیا ہے، چنانچہ امام افتخار الدین بخاری حنفی لکھتے ہیں:

قال الإمام السرخسي: الأمر بالمعروف واجب مطلقاً من غير هذا التفصيل (خلاصة الفتاوى، كتاب الطهارة، الفصل الثامن في

یعنی، (شمس الائمہ) امام سرخسی (حنفی) نے فرمایا امر بالمعروف اس تفصیل کے بغیر مطلقاً واجب ہے۔

احقر یہ کہتا ہے کہ فی زمانہ صرف سامنے والے کے سننے یا نہ سننے، ناصح کی بات کی طرف توجہ کرنے یا نہ کرنے، خیر خواہ کی خیر خواہی قبول کرنے یا نہ کرنے کی بات نہیں بلکہ خوف اس بات کا رہتا ہے کہ وہ اس کا انکار ہی نہ کر دے اور جس کام کے کرنے کا اُسے حکم دیا گیا ہے وہ فرض قطعی یا واجب بھی ہو سکتا ہے یا جس کام سے اُسے روکا گیا، وہ حرام قطعی یا حرام ظنی (یعنی مکروہ تحریمی) بھی ہو سکتا ہے تو اس کے انکار کے خوف کا مطلب ہے کہ اس کے مرتد یا گمراہ ہونے کا خوف، پھر لوگوں کے حالات ایسے ہو گئے کہ خیر خواہی کرنے والے کی عزت یا جان کو بھی خطرہ ہو سکتا ہے اور فی زمانہ لوگوں کی یہ حالت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے اس لئے ان حالات میں اُسی پر عمل کرنا بہتر ہے جو امام افتخار الدین بخاری علیہ الرحمہ نے لکھا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الإثنين، ١٦ ذو القعدة ١٤٣١ هـ، ٢٥ أكتوبر ٢٠١٠ م 676-F

حالتِ احرام میں جسم پر پٹی باندھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ گھٹنے میں انتہائی شدید تکلیف ہے جس کی وجہ سے میں اس پر گرم پٹی چڑھا کر رکھتا ہوں اب حج کا احرام باندھنے سے احرام کھلنے تک اگر میں گھٹنے پر گرم پٹی نہیں چڑھاؤں گا تو مجھے تکلیف بڑھ جانے کا قوی اندیشہ ہے، اب اس صورت میں اگر احرام باندھنے کے بعد گھٹنے پر گرم پٹی چڑھاؤں تو مجھ پر کوئی دم یا صدقہ تو لازم نہیں آئے گا۔

(السائل: ایک حاجی از بلیک جگروپ)

باسمہ تعالیٰ وتقديس الجواب: جن اعضاء کا احرام میں گھلا رکھنا

واجب ہے اُن کے علاوہ دیگر اعضاء پر کسی عذر کی بنا پر پٹی وغیرہ باندھنا جائز ہے چنانچہ علامہ محمد سلمان اشرف لکھتے ہیں:

بلا عذر سر یا منھ پر پٹی باندھنا مکروہ تحریمی ہے ان دو اعضاء کے سوا کسی اور حصہ بدن پر پٹی باندھنا عذر کے ساتھ جائز ہے اور بلا عذر مکروہ ہے۔
(الحج، مصنفہ محمد سلمان اشرف، احرام میں لباس مکروہ، ص ٤٤-٤٥)

اور امام شمس الدین ابوبکر محمد سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

و إن عَصَبَ شَيْئًا مِنْ جَسَدِهِ مِنْ عِلَّةٍ أَوْ غَيْرِ عِلَّةٍ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ،
لأنَّه غَيْرُ مَمْنُوعٍ عَنْ تَغْطِيَةِ سَائِرِ الْجَسَدِ سِوَى الرَّأْسِ وَ الْوَجْهِ
و لَكِنْ يَكْرَهُ لَهُ أَنْ يُغْطَى ذَلِكَ مِنْ غَيْرِ عِلَّةٍ (المبسوط للسرخسی،
كتاب المناسك، باب ما يلبسه المحرم من الثياب، ١١٥/٤/٢، مطبوعة: دار
الكتاب ببيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١-٢٠٠٠ م)

یعنی، سر و صورت کی وجہ سے یا بے ضرورت بدن کا کوئی حصہ پٹی باندھی تو (مکروہ) لازم نہیں کیونکہ اُسے سوائے سر اور چہرے کے سوا پورے جسم کو ڈھکنے سے نہیں روکا گیا، لیکن وہ بے ضرورت مکروہ ہے۔
(الحج، محمد سلمان اشرف، ص ٤٨)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ٢٨ ذو القعدة ١٤٢٩ هـ، ٢٦ نوفمبر ٢٠٠٨ م 481-F

حالتِ احرام میں خوشبو سونگھنے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص احرام باندھنے کے بعد خود خوشبو استعمال نہیں کرتا مگر خوشبو پڑھی ہوئی ہے بغیر لگائے سونگھ لیتا ہے تو اس پر کچھ کفارہ لازم آئے گا یا نہیں، اسی طرح کسی خوشبو میں بسے ہوئے شخص کے

پاس سے گزرتا ہے یا عطار کی دوکان کے سامنے سے گزرتا ہے یا بیت اللہ شریف کے قریب جاتا ہے تو خوشبو تو اُسے بہر حال آئے گی ایسی صورت میں وہ کیا کرے؟

(السائل: محمد فیاض، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: احرام میں خوشبو سونگھنے سے اگرچہ کچھ لازم نہیں آتا مگر ایسا کرنا مکروہ ہے لہذا اس سے اجتناب کیا جائے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۰ھ لکھتے ہیں:

و كذا لا بأس بشمِّه (لباب المناسك مع شرحه للقارى، باب الجنایات،

فصل فى تطيب الثوب إلخ، ص ۳۵۶، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة

الأولى ۱۴۱۹-۱۹۹۸م)

یعنی، اسی طرح خوشبو سونگھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لا يجب شئ بشمِّ الطيب، و لو كان مكروهاً، لعدم الالتصاق

(المسلک المتقسط فى المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل فى تطيب

الثوب إلخ، ص ۳۵۶-۳۵۷، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى

۱۴۱۹-۱۹۹۸م)

یعنی، خوشبو سونگھنے میں خوشبو جسم کے ساتھ مُلصق نہ ہونے کی وجہ سے کچھ لازم نہیں اگرچہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

اور ملا علی قاری دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

و لو شمَّ طيباً أو دخل بيتاً مُحجَّراً فعَلِقَ بثوبه رائحةٌ فلا شئٌ

عليه، و يُكره له شمُّه قصداً (فتح باب العنایة، كتاب الحج، فصل فى

الجنایات، ۲/۲۸۸، مطبوعة: دار أحياء التراث العربی، بيروت، الطبعة

الأولى ۱۴۲۶-۲۰۰۵م)

یعنی، اگر خوشبو سونگھی یا دھونی دیئے ہوئے کمرے میں داخل ہوا پس اُس کپڑوں میں خوشبو داخل ہوگئی تو اس پر کچھ (کفارہ) لازم نہیں اور اس کے لئے اُسے قصد سونگھنا مکروہ ہے۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا کہ

لا يلزمه شئ بشمِّ الریحان و الطيب و أثمار الطيبة مع كراهة

شمِّه (الفتاوى الهندية، كتاب الحج، الباب الثامن فى الجنایات، الفصل

الأول فيما يجب بالتطيب و التدهين، ۱/۲۴۰، دار المعرفة، بيروت، الطبعة

الثالثة ۱۳۹۳-۱۹۷۳م)

یعنی، خوشبو، پھول اور پھل سونگھنے سے کچھ کفارہ تو لازم نہیں آتا لیکن (خوشبو) سونگھنا مکروہ ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں کہ

لا يلزمه شئ بشمِّ طيباً أو ثماراً طيبة لا كفارة عليه و إن كره (رد المحتار

فى المنسك، كتاب الحج، باب الجنایات، تحت قوله: إن طيب،

۳/۶۵۳، مطبعة دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰-۲۰۰۰م)

یعنی، اگر خوشبو یا خوشبودار پھل سونگھ لئے تو اُس پر کچھ کفارہ لازم نہیں اگرچہ یہ مکروہ ہے۔

اور غیر اختیاری طور پر خوشبو آئے تو مُحرم کو چاہئے کہ وہ خوشبو سونگھنے کا قصد نہ کرے اور

اگر قصد کرے گا تو کراہت لازم آئے گی اگرچہ کراہت تنزیہی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الثلاثاء، ۲۷ ذو القعدة ۱۴۲۹ھ، ۲۵ نوفمبر ۲۰۰۸ م 482-F

حالت احرام میں موتیا اور خوشبو والی کریم کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حالت احرام میں موتیا کے گجرے، خوشبو والی کریم وغیرہ استعمال کرنا کیسا ہے؟

(السائل: C/O لیلیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: حالت احرام میں خوشبو اور خوشبودار اشیاء کا استعمال ممنوع ہے چاہے اس کا استعمال بدن میں ہو یا کپڑوں میں، پھر خوشبو کی اقسام کثیر ہیں اور ان کے استعمالات بھی مختلف ہیں اس لئے صرف سوال میں ذکر کردہ اشیاء اور ان کے استعمالات کا حکم بیان کیا جائے گا۔

موتیا اور گجرے: ان کا استعمال بطور سونگھنے اور گلے یا ہاتھ میں پہننے کے ہوتا ہے، ہاتھ یا گلے میں پہننے یا ہاتھ میں پکڑنے کی صورت میں ان کی خوشبو ہاتھوں وغیرہ کو نہیں لگتی، خوشبو ان کے پانی میں ہوتی ہے وہ ان کو مسلنے سے نکلتا ہے نہ کہ پہننے اور ہاتھ لگانے سے، باقی رہا سونگھنا تو وہ مکروہ ہے مگر اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں ہوتا لیکن مکروہ کے ارتکاب سے بھی بچنا چاہئے، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

خوشبو سونگھی پھل ہو یا پھول جیسے لیمو، نارنگی، گلاب، جمبیلی، نیلے، جوہی وغیرہ کے پھول تو کچھ کفارہ نہیں اگرچہ محرم کو خوشبو سونگھنا مکروہ ہے۔ شریعت، حج کا بیان، جرم اور ان کے کفارے، خوشبو اور تیل لگانا، ۱/۱۱۱ (۱۱۱) علامہ سراج الدین علی بن عثمان اوسی حنفی متوفی ۵۶۹ھ لکھتے ہیں:

لَوْ شَمَّ الطَّيِّبَ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ (الفتاوى السراجية، كتاب الحج، باب التطيب المحرم، ص ۳۵، مطبوعة: مير محمد كتب خانہ، کراتشي)

یعنی، اگر خوشبو سونگھی تو اس پر کچھ لازم نہیں۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا کہ:

لَا يُلْزَمُهُ شَيْءٌ بِشَمِّ الرِّيحَانِ وَ الطَّيِّبِ وَ أَثْمَارِ الطَّيِّبَةِ مَعَ كَرَاهَةِ شَمِّهِ كَمَا فِي "غَايَةِ السَّرُوحِي شَرْحِ الْهِدَايَةِ" (الفتاوى الهندية،

كتاب الحج، الباب الثامن في الجنایات، الفصل الأول فيما يجب بالتطيب و التدهين، ۱/۲۴۰، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثالثة ۱۳۹۳ھ۔

(۱۹۷۳م)

یعنی، خوشبو، پھول اور پھل سونگھنے سے کچھ کفارہ تو لازم نہیں آتا لیکن مکروہ ہے جیسا کہ "غایۃ السروچی شرح الہدایہ" میں ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أَنَّهُ لَوْ شَمَّ طَبِيبًا أَوْ ثَمَارًا طَيِّبَةً لَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ وَ إِن كُفِّرَ (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحج، باب الجنایات، تحت قوله: إن طيب، ۳/۶۵۳، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م) یعنی، اگر خوشبو یا خوشبودار پھل سونگھے تو اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے اگرچہ (خوشبو سونگھنا) مکروہ ہے۔

خوشبو اور گجرے: اس میں خوشبو تھوڑی ہے تو پورے عضو پر لگانے کی صورت میں دم اور اس سے کم شرم دم ہوگا اور خوشبو اگر زیادہ ہے تو چوتھائی عضو پر لگانے کی صورت میں دم اور اس سے کم میں صدق لازم ہوگا، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

لَوْ طَيَّبَ بِالْقَصِيلِ عُضْوًا كَامِلًا أَوْ بِالكَثِيرِ رُبْعَ عُضْوٍ لَزِمَ الدَّمُ وَ إِلَّا فَصَدَقَ (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحج، باب الجنایات، تحت قوله: كاملاً، ۳/۶۵۳، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م)

یعنی، تھوڑی خوشبو پورے عضو پر لگائی یا بہت خوشبو چوتھائی عضو پر تو قربانی واجب ہوئی ورنہ صدقہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

رمی میں عورتوں کا نائب بننا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے کہ جو اپنی عورتوں کو رمی کے لئے نہیں لے جاتی بلکہ اُن کی رمی خود کر کے آ جاتے ہیں جس طرح مرد پر خود رمی کرنا واجب ہے کیا عورتوں پر واجب نہیں، کیا اس حکم میں عورتوں اور مردوں میں کوئی فرق ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: اس حکم میں مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں ہے جس طرح غیر معذور مرد پر خود رمی کرنا واجب ہے اسی طرح غیر معذور عورت پر بھی خود رمی کرنا واجب ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و الرَّجُلُ وَ الْمَرْأَةُ فِي الرَّمْيِ سَوَاءٌ (لباب المناسك مع شرحه للقلري،

باب رمی الجمار و احكامه، فصل فی احكام الرمی الخ، ص ۲۷۶، دار

الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ - ۱۹۹۸م)

یعنی، مرد اور عورت رمی (کے حکم) میں برابر ہیں۔

اور اس کے تحت ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ

و فيه إيماء إلى أنه لا يجوز النيابة عن المرأة بغير عذر (المناسك

المتنقسط في المناسك المتوسط، باب رمی الجمار و احكامه، فصل فی

احكام الرمی الخ، ص ۲۷۶، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة

الأولى ۱۴۱۹ھ - ۱۹۹۸م)

یعنی، اور اس میں اشارہ ہے کہ بلا عذر عورت کی طرف سے رمی میں

نیابت جائز نہیں ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں:

مرد و زن در رمی جمار برابر اندالا آنکہ افضل در حق زن آن است کہ رمی نماید در شب زیاده للستتر و جائز نیست زنی را کہ نائب فرستد بعوض خود برائے رمی جمار مگر آنکہ عذرے داشته باشد کہ مانع گردد از رمی بنفس خود چنانچہ مرض و مانند آن (حيلة القلوب فی زیارة المحبوب، باب نهم در بیان طواف زیارة، فصل چهارم در بیان وقت رمی جمار، ص ۲۱۸، مطبوعة: إدارة المعارف، کراتشی ۱۳۹۱ھ)

یعنی، مرد اور عورت رمی جمار میں برابر ہیں مگر یہ کہ عورت کے حق میں پردہ کی زیادتی کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ رات میں رمی کرے، عورت کو جائز نہیں کہ وہ اپنی جگہ رمی کے لئے اپنے نائب کو بھیجے مگر یہ کہ عورت کو کوئی عذر ہو جو خود رمی کرنے سے مانع ہو جیسا کہ مرض وغیرہ۔

اس کے لئے علماء کرام نے لکھا ہے کہ نائب بنانے کی رخصت اُس مریض کے لئے ہے جس کی طرف سے رمی کرنا واجب ہو اور اگر عورت کو عذر ہو تو اس طرح کہ عورت دوسرے کو اپنا نائب بنا دے، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

فإنه إذا عجزت المرأة عن رمي الجمار فليجوز لها أن ترسل نائباً عنها

ليرمي عنها (المناسك المتوسطة، باب رمی الجمار و احكامه، فصل فی

احكام الرمی الخ، ص ۲۷۶، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة

الأولى ۱۴۱۹ھ - ۱۹۹۸م)

یعنی، اور اس میں اشارہ ہے کہ بلا عذر عورت کی طرف سے رمی میں

نیابت جائز نہیں ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں:

فإنه إذا عجزت المرأة عن رمي الجمار فليجوز لها أن ترسل نائباً عنها

ليرمي عنها (المناسك المتوسطة، باب رمی الجمار و احكامه، فصل فی

دنوں کی رمی، ۶/۲/۸۸، مکتبہ اسلامیہ، لاہور

لہذا غیر معذور عورتوں کی جانب سے جو لوگ رمی کر دیتے ہیں اس سے اُن عورتوں کے ذمے سے رمی کا وجوب ساقط نہ ہوگا۔ اور ترک رمی کی وجہ سے جزاء و گناہ سے نہ بچ پائیں گے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۷ ذوالحجۃ ۱۴۳۰ھ، ۲۴ نومبر ۲۰۰۹ م 666-F

تینوں دنوں کی رمی ترک کی تو کیا لازم ہوگا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے تینوں دنوں کی رمی ترک کر دی یا اس سے کسی وجہ سے ترک ہو گئی اس صورت میں اُس پر کتنے دم لازم ہوں گے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں اس شخص پر ایک دم لازم ہوگا چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

مَنْ تَرَكَ رَمَى الْجِمَارِ فِي الْأَيَّامِ كُلِّهَا فَعَلَيْهِ دَمٌ لِكُلِّ يَوْمٍ
الْوَاجِبِ وَ يَكْفِيهِ دَمٌ وَاحِدٌ، لِأَنَّ الْجِنْسَ مُتَّحِدٌ (العمدة: ۲/۵)

الحج، باب الجنایات، ۱-۲/۲۰۰، ۲۰۱، مطبوعہ: دار الأرقم، بیروت

یعنی، جس نے تمام دنوں کی رمی ترک کر دی تو اس پر ترک واجب متحقق ہونے کی وجہ سے دم لازم ہے اور اُسے ایک دم کافی ہوگا کیونکہ جنس متحد ہے۔

اور علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

وَلَوْ تَرَكَ رَمَى الْجِمَارِ كُلِّهَا أَوْ يَوْمٍ وَاحِدٍ أَوْ جَمْعَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ فَعَلَيْهِ شَاةٌ (المُختار الفتوى، کتاب الحج، باب الجنایات،

ص ۲۱۱، مطبوعہ: مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ المکرمہ، الطبعة الأولى

(۱۹۹۷-۵۱۴۱۸م)

یعنی، اگر تمام جمرات کی رمی ترک کی یا ایک دن کی یا یوم نحر میں جمرہ عقبہ کی (تمام صورتوں میں) اُس پر (دم کے طور پر) بکری (ذبح کرنا) لازم ہے۔

یاد رہے کہ رمی واجبات حج سے ہے اور واجب کا بلاغہ رقصہ اُترک گناہ ہے اور دم دینے سے ترک واجب کی وجہ سے حج میں لازم آنے والا نقصان تو پورا ہو جاتا ہے لیکن اُس سے لازم آنے والا گناہ تو اس کے لئے سچی توبہ کرنی ہوگی، خصوصاً رمی کہ جس کے معاملے میں بہت لوگ غیر محتاط ہیں، کچھ تو رمی ترک کرنے کی جسارت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم دم دے دیں گے، اور کچھ اپنی خواتین اور دوسرے افراد کی رمی خود کر کے آ جاتے ہیں، نیابت کس صورت میں جائز ہے وہ اُس سے بے خبر ہوتے ہیں، دوسروں کے واجب ترک کرواتے ہیں اور ترک واجب گناہ ہے، اس لئے اس شخص پر دوسروں کے معاون بنتے ہیں، قرآن کریم میں ہے:

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدة: ۲/۵)

ترجمہ: اور تم نہ مل کر گناہ کرو اور نہ مل کر دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الخميس، ۱۳ ذوالحجۃ ۱۴۲۹ھ، ۱۱ دسمبر ۲۰۰۸ م 491-F

حائضہ کا بوقت رخصت کعبہ کی زیارت کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت دوران حیض مسجد حرام میں کہاں تک جاسکتی ہے جیسا کہ علماء کرام نے لکھا ہے کہ حیض والی وقت

رخصت حسرت بھری نگاہوں سے خانہ کعبہ کو دیکھنے نیز صفا و مروہ پر جاسکتی ہے یا نہیں؟

(السائل: محمد فیاض از بلیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: حالت حیض میں عورت کو مسجد میں داخل ہونا ممنوع ہے اور کعبہ معظمہ کو دیکھنا ممنوع نہیں ہے اور اس وقت مسجد حرام کے چند دروازے ایسے ہیں کہ جن سے کعبہ معظمہ نظر آ جاتا ہے جیسے باب العمرہ اور باب عبدالعزیز وغیرہما۔

اسی لئے علماء کرام نے حیض والی عورت کے لئے لکھا ہے کہ وہ رخصت کے وقت مسجد حرام کے کسی دروازے سے کعبہ معظمہ کی زیارت کرے اور دعا مانگ کر رخصت ہو چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں:

حائض و نفساء در وقت وداع از کعبہ در حال ارادہ خروج برائے سفر داخل نہ شود در مسجد بلکہ بایستد بر دروازہ مسجد ہر دروازہ کہ باشد باب خروہ، و ہولاً فضل و دعا خواند با مورخیر یہ راح (حبلة القلوب فی زیارت المحبوب، باب یازدہم، فصل چہارم در بیان کیفیت وداع علی الدجال، ص ۲۲۹)

یعنی، حیض اور نفاس والی عورت کعبہ معظمہ سے وداع ہوئے بغیر مسجد میں داخل نہ ہو بلکہ وہ مسجد کے کسی بھی دروازے پر کھڑی ہو جائے، برابر ہے کہ باب خروہ ہو اور وہ افضل ہے اور امور خیر کی دعا کرے۔

ایسی عورت صفا و مروہ دونوں پہاڑیوں اور مسعی پر جاسکتی ہے کیونکہ مسعی مسجد سے خارج ہے چنانچہ علامہ ابوالولید محمد بن عبداللہ احمد از رقی متوفی ۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

علامہ ازدی سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ ہم کتاب اللہ عز وجل میں پاتے ہیں کہ مسجد حرام کی حد

خروہ سے مسعی تک ہے۔ (أخبار مكة، باب ذكر غور زمزم و ما جاء في

ذلك، ذكر حد مسجد الحرام، ۲/۶۳)

اور علامہ محمد بن اسحاق خوارزمی حنفی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

جان لیجئے کہ بیت اللہ مسجد حرام کے وسط میں ہے اور مسجد حرام مکہ معظمہ کے وسط میں ہے اور صفا مشرق کی جانب مسجد حرام سے خارج اور مروہ اسی طرح جانب شمالی میں ہے۔ (إشارة الترغيب و التشويق، القسم الأول، الفصل الخامس و الخمسون فی ذکر ما جاء فی بناء المسجد الحرام، ص ۳۰۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۱ ذو القعدة ۱۴۲۹ھ، ۱۹ نومبر ۲۰۰۸ م 474-F

بلا احرام مکہ پہنچنے والے حاجی کا حکم

کیا مائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جب ہم مکہ پہنچنے کے لئے روانہ ہوئے تو ہمارے ساتھ ایک خاتون ماہواری سے تھیں ماہواری کی وجہ سے اس نے احرام نہیں باندھا بلا احرام مکہ آگئی اب اُس پر کیا لازم ہوگا؟

(السائل: محمد فرید بن حاجی مختار، بلیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: یاد رہے کہ ماہواری احرام کو مانع

نہیں ہے جو عورت ماہواری سے ہو اُسے چاہئے کہ وہ اُسی حال میں احرام باندھ لے پھر مکہ معظمہ پہنچ کر جب پاک ہو جائے تو غسل کرے، حج تمتع یا قرآن کا احرام ہو تو عمرہ ادا کر لے اور اگر حج افراد کا حج کا احرام ہو تو طواف قدوم کرے اور مکہ پہنچ کر پاک ہونے تک حالت احرام میں رہے، جب پاک ہو جائے تب غسل کر کے عمرہ یا طواف قدوم کرے۔

اب اس عورت پر لازم ہے کہ کسی بھی میقات پر جائے اور عمرہ کا احرام باندھ کر آئے

پاک ہو گئی ہو تو عمرہ ادا کرے ورنہ پاک ہونے کے بعد عمرہ ادا کر لے اور اُس پر میقات سے بغیر احرام گزرنے کی وجہ سے جو دم لازم ہو وہ ساقط ہو جائے گا اور بغیر احرام میقات سے گزرنے کا گناہ باقی رہے گا جس کے لئے اُسے سچی توبہ کرنی ہوگی۔

کیونکہ میقات سے مراد وہ جگہ ہے جہاں سے مکہ جانے کا ارادہ رکھنے والے بلا احرام نہیں گزر سکتا چنانچہ علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

المواقیت: المواضع الّتی لا یُجاوزُھا مُریدُ مَکَّةَ إِلَّا مُحَرِّمًا (الدُّرُ الْمَخْتَلَر، کتاب الحج، ص ۱۵۷)

یعنی، میقاتیں وہ جگہیں ہیں جہاں سے مکہ معظمہ کا ارادہ رکھنے والا سوائے احرام کے نہیں گزر سکتا۔

اور اگر بلا احرام گزر گیا پھر احرام باندھنے کے لئے کسی میقات کو نہ گیا، پھر چاہے احرام باندھا یا نہ باندھا بہر حال اُس پر دم لازم آجائے گا چنانچہ علامہ علاؤ الدین ہسکفی لکھتے ہیں:

آفاقُی مُسَلِّمٌ بِالْبَلَدِ یُرِیدُ الْحَجَّ وَ لَوْ نَفَلًا وَ الْعُمْرَةَ وَ حَاوَزَ وَقْتَهُ ثُمَّ أَحْرَمَ لِزِمِّهِ دَمٌ کَمَا إِذَا لَمْ یُحَرِّم، مُلَخَّصًا (الدُّرُ الْمَخْتَلَر، کتاب الحج، باب الجنایات، ص ۱۷۰، مطبوعة: دَلَر الْکُتُبِ الْمَخْتَلَر، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ-۲۰۰۲م)

یعنی، آفاقِ مسلمان بالغ حج اگر نفلی حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو اور وہ میقات سے گزر جائے پھر احرام باندھے تو اُسے دم لازم ہوگا جیسا کہ اُسے دم لازم ہوگا جو احرام نہ باندھے۔

احرام نہ باندھنے کی صورت میں لزوم دم کے بارے میں علامہ رافعی لکھتے ہیں:

فَإِنَّهُ یَکُونُ مُشْغُولًا بِالدِّمَةِ بِأَحَدِ النَّسْکِیْنِ وَ دَمَ الْمُحَاوِزَةِ (تقریرات الرافعی علی التَّوَّ وَ الرَّدِّ، کتاب الحج، باب الجنایات، ۷۰۴/۳)

یعنی، بے شک اس کا ذمہ دو عبادتوں (حج و عمرہ) میں سے کسی ایک عبادت کے ساتھ مشغول ہو جاتا ہے اور (بلا احرام) میقات سے گزرنے کا دم۔

اور اگر وہ دوبارہ کسی بھی میقات پر چلا جاتا ہے تو دم ساقط ہو جاتا ہے چنانچہ علامہ علاؤ الدین ہسکفی لکھتے ہیں:

فَإِنْ عَادَ إِلَى مِیقَاتٍ مَّائِثًا أَحْرَمَ سَقَطَ دَمُهُ وَ الْأَفْضَلُ عَوْدُهُ مُلَخَّصًا (الدُّرُ الْمَخْتَلَر، کتاب الحج، باب الجنایات، ص ۱۷۱)

یعنی، پس اگر کسی بھی میقات کو لوٹا پھر (وہاں سے) سے احرام باندھا تو دم ساقط ہو گیا اور افضل لوٹنا ہے۔

لہذا مذکورہ عورت پر کسی میقات پر جا کر احرام باندھ کر آئے اور پاک ہونے کے بعد عمرہ ادا کرے اور کسی میقات نہیں جاسکتی تو حد و حریم سے باہر جا کر احرام باندھ کر آئے اور عمرہ ادا کرے اور ساتھ دم بھی دے اور دونوں صورتوں میں توبہ بھی کرے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۴ ذی القعدہ ۱۴۲۹ھ، ۲۲ نومبر ۲۰۰۸م 477-F

الٹا طواف کرنے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کعبہ کا الٹا طواف کرے یعنی وہ حجر اسود سے رُکن یمانی کی طرف کو پھیرے دے اس طرح طواف کو مکمل کر لے تو اُس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل:)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: یاد رہے کہ طواف میں تیا من یعنی دائیں طرف کو چلنا طواف کے واجبات سے ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹھوی حنفی

متوفی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں کہ

پنجم از واجبات تيامن است در طواف وهو الصحيح الأصح (حيات القلوب في زيارة المحبوب، باب سيوم در بيان طواف و انواع آن، فصل دويم در بيان شرائط صحة طواف، ص ۱۱۹، مطبوعة: إدارة المعارف، كراتشي ۱۳۹۱هـ)
یعنی، طواف کے واجبات میں سے پانچواں واجب طواف میں تيامن ہے اور یہی صحیح، اصح ہے۔

تيامن سے مراد یہ ہے کہ بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونے کی صورت میں اُس کا چلنا اُس کے دائیں طرف کو ہو یعنی حجر اسود سے اُس سمت کو چلے جس طرف باب کعبہ اور مقام ابراہیم ہیں، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں کہ
ومراد به تيامن أن است که شروع کند طائف در طواف بوجہی کہ واقع گردد مشی او از جهت یمین نفس او اگر فرض کرده شود او مستقبل قبلہ، و طریقیش آنست کہ گرداند بیت را بسوئے یسار خود و میرود بسوئے دو کے خود (حيات القلوب في زيارة المحبوب، باب سيوم در بيان طواف و انواع آن، فصل دويم در بيان شرائط صحة طواف، ص ۱۱۹، مطبوعة: إدارة المعارف، كراتشي ۱۳۹۱هـ)

یعنی، دائیں طرف سے مراد یہ ہے کہ طواف کرنے والا طواف میں یساراً طرح شروع ہو کہ فرض کرو اُس نے قبلہ کی طرف منہ کیا ہوا ہو تو اُس کا چلنا اُس کے دائیں طرف ہو، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ بیت اللہ کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھ کر اپنے منہ کی سیدھ میں چلے۔

اور علامہ عبدالعلی برجندي حنفی لکھتے ہیں:

و الحاصل أنه ينبغي أن يتبداً بالحجر و يمشي إلى الجانب الباب بحيث يكون البيت في الطواف علمي يساره (البرجندي

شرح المختصر الوقاية، كتاب الحج، تحت قوله: أخذاً عن يمينه إلخ، (۲۳۴/۱)

یعنی، حاصل کلام یہ ہے کہ اُسے چاہئے کہ وہ حجر اسود سے ابتداء کرے اور باب کعبہ کی جانب چلے اس طرح کہ طواف میں بیت اللہ شریف اُس کے بائیں ہاتھ پر ہو۔

اس لئے طواف میں حجر اسود سے رُکن یمانی کی طرف چلنے میں طواف کا منکوس یا معکوس ہونا پایا گیا جو کہ مکروہ تحریمی ہے جس میں اعادہ لازم آئے گا اعادہ نہ کرے تو دم، چنانچہ امام ابو الفضل محمد بن محمد حاکم شہید لکھتے ہیں کہ

و في طوافه منكوساً أو محمولاً أو طواف أكثره كذلك بغير عذر، الإعادة وإن كان هناك، و شاة إن كان رجوع (المبسوط في مناسك الحج للإمام محمد)، كتاب المناسك، باب الطواف، ج ۱، ص ۲۳۳، ۲۳۴، مطبوعة: عالم الكتب، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۰هـ۔

یعنی، اس کے منکوس، یا محمول طواف میں یا اس کے بلا عذر اس طرح اکثر طواف کرنے میں اعادہ ہے اگر وہاں (یعنی مکہ میں) ہو اور بکری ہے اگر لوٹ آئے۔

اور علامہ یوسف بن جنید انجلی حنفی لکھتے ہیں:

إنما قيّد الطواف باليمين، لأنه لو أخذ عن يساره و هو الطواف المعكوس، فطاف كذلك سبعة أشواط يعتد بطوافه عندنا، و يُعيد ما دام بمكة و إن رجع إلى أهله قبل الإعادة فعليه دم (الدخيرة العقبى، كتاب الحج، تحت قول النقاية: ثم أخذ عن يمينه، ص ۴۹۸)

یعنی، طواف کو دائیں (طرف سے شروع کرنے) کے ساتھ مقید کیا ہے کیونکہ اگر بائیں سے شروع کرے گا تو یہ طواف معکوس ہوگا پس اس طرح (یعنی معکوس) سات چکر طواف کر لیا تو ہمارے نزدیک شمار ہوگا اور جب تک مکہ مکرمہ میں ہے اس کا اعادہ کرے گا اور اگر اعادہ سے قبل اپنے گھر کو لوٹ گیا تو اس پر دم ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

اگر طواف کرد بر غیر این وجہ چنانکہ طواف معکوس اعنی گردانید بیت را بسوئے یمین خود می رفت بسوئے ادئے خود در جمیع این صور مرتکب شد فعل حرام را و واجب باشد بروئے اعادہ آن طواف و بر تقدیر عدم اعادہ لازم آید دم بروئے (حیات القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل دویم در بیان شرائط صحة طواف،

ص ۱۱۹، مطبوعہ: إدارة المعارف، کراتشی ۱۳۹۱ھ)

یعنی، اگر اس وجہ کے غیر پر طواف کیا جیسا کہ طواف معکوس میری مراد ہے کہ اس نے (طواف میں) بیت اللہ کو اپنے دائیں ہاتھ پر رکھا اور اپنے منہ کی سیدھ میں چلا ان تمام صورتوں میں وہ طواف حرام کا مرتکب ہوا اور اس پر اس طواف کا اعادہ لازم ہوگا اور اعادہ نہ کرنے کی صورت میں اس پر دم لازم آئے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الإثنين، ذوالحجۃ ۱۴۲۹ھ، دسمبر ۲۰۰۸ م . 671-F

طواف میں طہارت حکمیہ کی حیثیت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طواف

زیارت، طواف وداع اور نفلی طواف میں طہارت حکمیہ کی کیا حیثیت ہے اگر ان میں طہارت ترک ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

(السائل: ابو طالب قادری، جمشید روڈ، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: یاد رہے کہ حج میں طواف زیارت فرض ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

هذا الطَّوْفُ هُوَ الْمَفْرُوضُ فِي الْحَجِّ وَ هُوَ رُكْنٌ فِيهِ، إِذْ هُوَ الْمَأْمُورُ بِهِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ (الحج: ۲۲/۲۹) وَ يُسَمَّى طَوَافَ الْإِفَاضَةِ وَ طَوَافَ يَوْمِ النَّحْرِ (الهداية، كتاب الحج، باب الإحرام، ۱-۲/۱۸۰، مطبوعہ: دار الأرقم، بیروت)

یعنی یہ طواف حج میں فرض ہے اور یہ اس میں رکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ میں ما مور بہ ہے اور اس کا اعادہ لازم ہے۔

ابو جعفر میں طواف وداع آفاقی حاجی پر واجب ہے چنانچہ علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

وَهُوَ رُكْنٌ لَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ فَلْيَكُنْ آخِرُ عَهْدِهِ بِالْبَيْتِ الطَّوَّافِ إِلَّا عَلَى أَهْلِ مَكَّةَ۔

ملخصاً (الهداية، كتاب الحج، باب الإحرام، ۱-۲/۱۸۲، ۱۸۳)

یعنی، اور وہ (طواف صدر) ہمارے نزدیک سوائے اہل مکہ کے (سب پر) واجب ہے برخلاف امام شافعی کے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے ”جو بیت اللہ کا حج کرے اس کا بیت اللہ کے ساتھ آخری عہد طواف ہونا چاہئے سوائے اہل مکہ کے“ (صحیح البخاری، کتاب الحج، باب

(۱۴۴) طواف الوداع، برقم: ۱۷۵۵، ۱/۴۳۱، بلفظ آخر۔ أيضاً صحیح

مسلم، کتاب الحج، باب (۶۷) وجوب طوافِ الوداع و سقوطه عن الحائض،

برقم: ۳۱۹۸/۳۷۹- (۱۳۲۷)، ص ۶۱۳، بلفظ آخر)۔

اور حافظ الدین ابوالبرکات علامہ عبداللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

و هو واجبٌ إلا على أهل مكة (کنز الدقائق، کتاب الحج، باب

الإحرام، ص ۲۸، المكتبة العصرية، بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۵ھ۔

(۲۰۰۵م)

یعنی، اور وہ واجب ہے سوائے اہل مکہ کے۔

اور ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فإنه من الواجبات بلا خلف (المسلك المتقسط في المنسك

المتوسط، باب الجنایات، فصل لو طاف للزيارة الخ، ص ۳۸۶)

یعنی، پس طوافِ وداع بلا خلاف واجبات حج میں سے ہے۔

اور طواف میں طہارت (یعنی پاکیزگی) واجب ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن مرغینانی

لکھتے ہیں:

ولنا: قوله تعالى: ﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ (الحج ۲۷) و

من غير قيد الطهارة فلم تكن فرضاً، ثم قل: هي سنة، و

الأصح: أنها واجبة (الهداية، کتاب الحج، باب الجنایات، فصل لو طاف

طاف طواف القدوم الخ، ۱-۲/۱۹۹)

یعنی، ہماری دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ”اور اس آزاد گھر کا طواف

کریں“ طہارت کی قید کے بغیر ہے پس (طواف میں) طہارت فرض نہ

ہوگی، پھر کہا گیا کہ طہارت سنت ہے اور صحیح ترین قول یہ ہے کہ طہارت

واجب ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

الأوّل الطهارة عن الحدث الأكبر والأصغر (لباب المناسك مع

شرحه للفقاري، باب دخول مكة، فصل في واجبات الطواف، ص ۱۶۶،

مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ- ۱۹۹۸م)

یعنی، طواف کا پہلا واجب حدث اکبر اور حدث اصغر سے پاک ہونا ہے۔

ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و هو الصحيح من المذهب (المسلك المتقسط في المنسك

المتوسط، باب دخول مكة، فصل في واجبات الطواف، ص ۱۶۷، مطبوعة:

دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ- ۱۹۹۸م)

یعنی، (طہارت کا واجب ہونا) صحیح مذہب ہے۔

حدث اکبر سے پاک ہونا یہ ہے کہ اُس پر غسل فرض نہ ہو اور حدث اصغر سے پاک ہونا

یہ ہے کہ وہ بے حیض نہ ہو۔

پس طواف میں نجاست حکمیہ سے طہارت واجب ہے تو طہارت کے بغیر کیا ہوا

طواف صحیح سمجھا جائے گا اور اس طرح طواف کرنے والے پر اُس کا اعادہ یا شرعی جرمانہ لازم

آئے گا البتہ کفار بھی ہوگا، چنانچہ ملّا علی قاری لکھتے ہیں:

ثم إذا ثبت أنّ الطهارة عن النجاسة الحكمية واجبة، فلو طاف

معها يصحّ عندنا وعند أحمد، و لم يحلّ له ذلك و يكون

عاصياً و يجبّ عليه الإعادة و الجزاء إن لم يُعِد، و هذا الحكم

في كلّ واجب تركه (المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب

دخول مكة، فصل في واجبات الطواف، ص ۱۶۷)

یعنی، پھر جب ثابت ہو گیا کہ (طواف میں) نجاست حکمیہ سے پاکی

واجب ہے تو اگر نجاست حکمیہ کے ساتھ طواف کر لیا تو ہمارے امام (امام

ابوحنیفہ) اور امام احمد کے نزدیک (طواف) صحیح ہو جائے گا اور اُس کے

لئے وہ (نجاست حکمیہ کے ساتھ طواف) حلال نہیں ہے اور وہ گنہگار ہوگا
اور اس پر (اس طواف کا) اعادہ واجب ہوگا اور اگر اعادہ نہ کرے تو جزاء
(واجب ہوگی) اور یہ حکم ہر واجب میں ہے (جسے) وہ ترک کرے۔
لہذا حدیث اکبر اور حدیث اصغر میں فرق کی وجہ سے اگر بے وضو طواف زیارت کیا تو
”دَم“ لازم ہوگا اور غسل فرض ہونے کی صورت میں طواف زیارت کیا تو ”بدنہ“ لازم ہوگا
چنانچہ علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

و لو طاف طواف الزيارة مُحَدَّثًا فعليه شاة لانه أدخل النقص
في الركن فيحبر بالدم، وإن كان جنباً فعليه بدنة، كذا روى
عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: ولأن الجنب أغلظ من
الحديث فيجب جبر نقصانها بالبدنة إظهاراً للتفاوت (الهداية،
كتاب الحج، باب الجنایات، فصل من طاف طواف القدوم الخ،
۱-۲/۱۹۹)

یعنی، اگر بے وضو طواف زیارت کیا تو اُس پر (بطورِ دَم) ”بکری“
لازم ہے کیونکہ اُس نے (حج کے) رکن میں نقص کو داخل کیا جس
(اس نقص کو) دَم کے ساتھ پورا کیا جائے گا اور نجی ہے (مکرمہ) پر
غسل فرض ہے) تو اُس پر ”بدنہ“ (گائے یا اونٹ) لازم ہے۔
طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے اور اس لئے
کہ جنابت عَدَث (بے وضو ہونے) سے زیادہ غلیظ ہے، پس (دونوں
حکمی نجاستوں میں) فرق کے اظہار کے لئے اس کا نقصان بدنہ کے
ساتھ پورا کرنا واجب ہے۔

طواف وداع کا حکم یہ ہے کہ اگر بے وضو کیا تو صدقہ لازم ہوگا اور اگر حالت جنابت
میں کیا تو دَم چنانچہ علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

و من طاف طواف الصّدر مُحَدَّثًا فعليه صدقة لانه دون
طواف الزيارة وإن كان واجباً فلا بُد من إظهار التفاوت، ولو
طاف جنباً فعليه شاة لانه نقص كثير ثم هو دون طواف
الزيارة فيكتفى بالشاة (الهداية، كتاب الحج، باب الجنایات، فصل من
طاف طواف القدوم الخ، ۱-۲/۱۹۹)

یعنی، جس نے بے وضو طواف وداع کیا اُس پر ”صدقہ“ لازم ہے کیونکہ
یہ (طواف مرتبے میں) طواف زیارت سے کم ہے اگرچہ واجب ہے تو
(واجب اور فرض میں) تفاوت ظاہر کرنا ضروری ہے اور اگر حالت
جنابت میں کیا تو اس پر (بطورِ دَم) ”بکری“ لازم ہے کیونکہ (یہاں)
نقص کثیر ہے پھر یہ (طواف) طواف زیارت سے (مرتبہ میں) کم ہے
تاکری کافی ہے۔

اور اگر طواف زیارت کا اپنے وقت میں اعادہ کر لے تو ”بدنہ“ یا ”دَم“ جو بھی لازم ہوا
وہ ساقط ہو جائیگا اور اعادہ افضل ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:
والأفضل أن يجد الطواف ما دام بمكة ولا ذبح عليه، و
الأصح أنه يؤمر بالإعادة في الحديث استحباباً، وفي الجنابة
استحباباً لفحش النقصان بسبب الجنابة وقصوره بسبب
الحديث (الهداية، كتاب الحج، باب الجنایات، فصل من طاف طواف
القدوم الخ، ۱-۲/۱۹۹)

یعنی، اور افضل یہ ہے کہ جب تک مکہ مکرمہ میں ہے طواف کا اعادہ کرے
اور اس پر (جانور) ذبح کرنا لازم نہیں ہے، صحیح ترین قول یہ ہے کہ
حدیث میں اُسے استحباباً اعادہ کا حکم دیا جائے گا اور جنابت میں وجوباً
کیونکہ جنابت کے سبب (طواف میں) نقصان فاحش ہے اور حدیث

کے سبب (طواف میں) نقصان کم ہے۔

پھر اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ طواف زیارت ایام نحر میں (یعنی دس ذوالحجہ سے بارہ کے غروب آفتاب سے قبل) ادا کرنا واجب ہے، چنانچہ علامہ محمد بن عبد اللہ بن احمد عزیٰ تمر تاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ طواف کے واجبات کے بیان میں لکھتے ہیں:

و فعل طواف الإفاضة في أيام النحر (تنوير الأبصار، كتاب الحج،

ص ۱۵۷، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ۔

(۲۰۰۲م)

یعنی، طواف افاضہ ایام نحر میں کرنا (واجب ہے)۔

لہذا اگر کوئی اس کا اعادہ ایام نحر میں کر لے تو اس پر جو جزاء لازم آئی وہ ساقط ہو جائے گی اور اگر ان ایام کے بعد اعادہ کیا تو تاخیر کی وجہ سے دم لازم آئے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ۱۸ ذوالقعدة ۱۴۳۱ھ، ۲۷ اکتوبر ۲۰۱۰م 672-F

بے وضو یا حالت جنابت کے لئے نفلی طواف کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نفلی طواف اگر حالت جنابت یا بے وضو کر لیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے، کیا اس کا حکم واجب طواف کی مثل ہے یا الگ ہے، تفصیل سے جواب عنایت فرما کر مشکور ہوں۔

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: ان امور میں نفلی طواف کا حکم وہی

ہے جو واجب طواف کا ہے کہ حالت جنابت میں کیا تو دم اور بے وضو کیا تو صدقہ لازم ہوگا کیونکہ نفلی طواف شروع کرنے سے قبل نفل ہوتا ہے جب شروع کر دیا تو اب واجب ہو گیا اسی لئے اس کا حکم بھی وہی ہے جو واجب طواف کا ہے چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی

حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں کہ:

أَنَّ الْحَكَمَ كَذَلِكَ فِي كُلِّ طَوَافٍ هُوَ تَطَوُّعٌ، فَيَجِبُ الدَّمُ لَوْ

طَافَهُ جُنُبًا، وَ الصَّدَقَةُ لَوْ مُحْدِثًا كَمَا فِي "الشَّرْهَ النَّبَلَاءِ" عَنْ

"الزَّيْلَعِيِّ" (رَدُّ الْمُحْتَارِ عَلَى الثَّرِّ الْمُخْتَارِ، بَابُ الْجَنَابَاتِ، تَحْتَ قَوْلِهِ:

لَوْ جُوبَهُ بِالشَّرْعِ إلخ، ۳/۶۶۱، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة

الأولى ۱۴۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م)

یعنی، بے شک اسی طرح حکم ہر طواف میں ہے جو نفلی ہو، پس اگر حالت

جنابت میں طواف کیا تو دم واجب ہے اور بے وضو کیا تو صدقہ جیسا کہ

"شرنبلالیہ" (غنیۃ ذوی الأحکام فی بغیۃ ذرر الحکام، کتاب الحج، باب

الجنایات، ۱/۲۴۲، مطبوعة: مطبعة أحمد کامل الكائنة فی دار السعادة،

۳۳۱ھ) میں "زیلعی" (تبیین الحقائق، کتاب الحج، باب الجنایات،

۳۱۱ھ، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ۔

بے وضو یا حالت جنابت کے لئے نفلی طواف کا حکم

بے وضو یا حالت جنابت کے لئے لازم ہوئے کہ یہ طواف شروع کرنے سے قبل تھا جب شروع کر دیا تو واجب ہو گیا جیسا کہ طواف قدوم سنت ہے لیکن شروع کرنے سے واجب ہو جاتا ہے اور اس کے احکام وہی ہوتے ہیں جو واجب طواف کے لئے ہوتے ہیں چنانچہ علامہ علاؤ الدین ہکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ "تنویر الابصار" کی عبارت

"طواف قدوم حالت جنابت میں کیا تو دم لازم ہے" کے تحت لکھتے ہیں:

لَوْ جُوبَهُ بِالشَّرْعِ (الْثَّرُّ الْمُخْتَارِ، كِتَابُ الْحَجِّ، بَابُ الْجَنَابَاتِ، تَحْتَ

قَوْلِهِ: أَوْ طَافَ لِلْقُدُومِ، ص ۱۶۷، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت،

الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ۔ ۲۰۰۲م)

یعنی، اس کے شروع کرنے سے واجب ہو جانے کی وجہ سے۔

اور مطلق طواف میں طہارت واجبات طواف سے ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن عبد الغفور ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ واجبات طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

یکے طہارت بدن از نجاست حکمیہ برابر است طواف فرض باشد یا غیر آن ملخصاً (حیلة القلوب فی زیارة المحبوب، باب دویم، فصل دویم، أما واجبات طواف، ص ۱۱۸)

یعنی، طواف کا پہلا واجب بدن کا نجاست حکمی سے پاک ہونا ہے برابر ہے کہ طواف فرض ہو یا اس کا غیر (یعنی واجب یا سنت یا نفل ہو)

اور ترک واجب سے مرتکب گنہگار قرار پاتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۲ھ لکھتے ہیں:

يَصِيرُ عَاصِيًا أَى: لِتَرْكِ الْوَاجِبِ (المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل فی حکم الجنایات فی طواف الزیارة، ص ۳۸۱)

یعنی، مرتکب گنہگار ہو جاتا ہے یعنی ترک واجب کی وجہ سے۔ ایسی صورت میں پہلے اعادہ کا حکم دیا جاتا ہے، اعادہ کر لے تو اگر وہ تھا تو ساقط ہو جاتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

فَإِنْ أَعَادَهُ سَقَطَ عَنْهُ الدَّمُ (أَبَابُ الْمَنَاسِكِ مَعَ شَرْحِهِ لِلْقَارِي الْجَنَائِاتِ، فَصْلُ فِي حُكْمِ الْجَنَائِاتِ فِي طَوَافِ الزِّيَارَةِ، ص ۲۸۳)

یعنی، پس اگر اعادہ کر لے تو دم ساقط ہو گیا۔ اور اگر صدقہ لازم تھا تو اعادہ سے وہ بھی ساقط ہو جاتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور ملا علی قاری لکھتے ہیں:

وَإِنْ أَعَادَهُ سَقَطَتْ أَى: الصَّدَقَةُ (أَبَابُ الْمَنَاسِكِ مَعَ شَرْحِهِ لِلْقَارِي، باب الجنایات، فصل فی حکم الجنایات فی طواف الزیارة، ص ۲۸۳)

یعنی، اگر اس کا اعادہ کر لے تو صدقہ ساقط ہو گیا۔

اور اعادہ کفارے کو تو ساقط کر دیتا ہے لیکن گناہ باقی رہتا ہے چنانچہ ملا علی قاری نے ”لباب“ کی عبارت کہ ”اگر اعادہ کر لیا تو صدقہ ساقط ہو گیا“ کے تحت لکھا کہ

وَبَقِيَتِ الْمَعْصِيَةُ (المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب

الجنایات، فصل فی حکم الجنایات فی طواف الزیارة، ص ۳۸۳)

یعنی، اور گناہ باقی رہتا ہے۔

اور دوسرے مقام پر کفارہ ادا کرنے کے بعد بھی گناہ کے باقی رہنے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَأَمَّا الْمَعْصِيَةُ فَمَوْقُوفَةٌ عَلَى التَّوْبَةِ أَوْ مَعْلُوقَةٌ بِالشَّيْءِ وَلَوْ

كُفِّرَتْ بِالْبَدَنَةِ (المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب

الجنایات، فصل فی حکم الجنایات فی طواف الزیارة، ص ۳۸۲)

یعنی، اگر گناہ توبہ پر موقوف ہے یا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر معلق ہے تو کفارہ کے ساتھ کفارہ دے دے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

لَحْنُ الْعِلْمِ آثَمُ (لباب المناسك مع شرحه للقاري، باب فرائض الحج،

فصل فی واجباته، ص ۸۰)

یعنی، لیکن قصد ترک کرنے والا گنہگار ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی نے لکھا کہ اگر قصد ترک واجب پایا گیا تو گناہ لازم آئے گا چنانچہ لکھتے ہیں کہ

حكم واجبات آتست کہ اگر ترک کر دیکے از آنہا صحیح باشد حج او لازم آید

بروئے دم یا صدقہ برابرست ترک کردہ باشد آن را عمد یا سہو یا نسیان یا

خطا یا جہل لیکن چون ترک کرد بطریق تمہد آثم باشد اگر چه دم و ہدم و مرتفع

مگرد آن اثم بغیر توبہ (حیات القلوب فی زیارة المحبوب، مقدمة الرسالة،

فصل سیوم، در بیان فرائض و واجبات الخ، ص ۴۴)

یعنی، واجبات کا حکم یہ ہے کہ اُن میں سے اگر کوئی ایک چھوڑ دیا تو حج صحیح ہو جائے گا اور (چند واجبات کے علاوہ باقی تمام کے ترک کرنے کی صورت) اُس پر دم یا صدقہ لازم آئے گا برابر ہے کہ اُس نے عمد یا سہواً یا نسیاناً یا خطاً یا جہلاً اُسے ترک کیا ہو لیکن عمداً چھوڑا ہے تو گنہگار ہے اگرچہ دم دے دے اور اس کا گناہ بغیر توبہ کے نہ اٹھے گا۔

لہذا واجب کسی طرح بھی ترک ہو چاہے کہ توبہ کر لے کہ اسی میں احتیاط ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الإثنين، ۳ ذوالحجۃ ۱۴۲۹ھ، ۱ دسمبر ۲۰۰۸ م 668-F

بے وضو یا حالت جنابت میں طواف زیارت یا وداع کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص اگر بے وضو طواف زیارت کر لے پھر طواف وداع با وضو کرے یا طواف زیارت بے وضو کرے اور طواف وداع غسل کی حالت میں کرے تو دونوں صورتوں میں کیا لازم ہوگا؟

(السائل: ایک عالم دین)

باسمہ تعالیٰ وتقاس الجواب: جس نے طواف زیارت بے وضو کیا

اور طواف وداع با وضو کیا اس نے طواف وداع اگر بارہ ذوالحجہ کو غروب آفتاب سے قبل ادا کیا تو اُس کا دوسرا طواف طواف زیارت ہوگا پھر اُس کے بعد اگر کوئی اور طواف کر لیتا ہے تو وہ طواف وداع ہو جائے گا اور اگر نہیں کرتا اور مکہ مکرمہ چلا جاتا ہے تو اُسے ایک دم لازم آئے گا کیونکہ جسے وہ طواف وداع سمجھ رہا ہے وہ تو طواف زیارت ہو گیا اور وہ بغیر طواف وداع کئے چلا گیا اور طواف وداع آفاقی کے لئے واجب ہے جیسا کہ حافظ ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد

نسفی حنفی متوفی ۱۰۷۰ھ لکھتے ہیں:

فَطَفٌ لِلصَّدرِ سبعة أشواطٍ و هو واجبٌ إلا على أهلِ مَكَّةَ (کنز

التقائق، کتاب الحج، باب الإحرام، ص ۲۸، مطبوعة: المكتبة العصرية،

بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۵ھ - ۲۰۰۵م)

یعنی، پس سات چکر طواف کر اور وہ واجب ہے سوائے اہل مکہ کے۔

اور ملا علی قاری لکھتے ہیں:

فإنه من الواجبات بلا خلفٍ (المسلك المتقسط في المنسك

المتوسط، باب الجنایات، فصل و لو طاف للزيارة جنباً، ص ۳۸۶)

یعنی، پس طواف وداع بلا خلاف واجبات (حج) سے ہے۔

لہذا جب وہ طواف وداع کئے بغیر چلا گیا تو ترک واجب لازم آیا اور ترک واجب پر

دم لازم آتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور اُن کے

شاگرد علامہ عیسیٰ بن ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نقل کرتے ہیں کہ:

والطواف للزيارة مُحَدَّثًا و لِلصَّدرِ طاهراً، فَإِنْ حَصَلَ الصَّدرُ

نفسی أَلَامَ السَّدرِ انتَقَلَ إِلَى الزَّيَّارَةِ، ثُمَّ إِنْ طَافَ لِلصَّدرِ ثَانِيًا فَلَا

شَيْءَ عَلَيْهِ، وَلَا فَعْلِيَهُ دَمٌ لَتَرْكِهِ (لباب المناسك مع شرحه للقاري،

باب الجنایات، فصل: و لو طاف للزيارة جنباً، ص ۳۸۶، مطبوعة: دار

الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ - ۱۹۹۸م) (رد المحتار علی

الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قوله: إن لم يُعده،

۳/۶۶۲، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ - ۲۰۰۰م)

یعنی، اگر طواف زیارت بے وضو کیا اور طواف وداع پاکی کی حالت

میں، پس اگر طواف وداع ایام نحر میں کیا تو یہ طواف طواف زیارت کی

طرف منتقل ہو جائے گا، پھر اگر طواف وداع دوبارہ کر لیا تو اُس پر کچھ

نہیں ورنہ اُس پر طواف وداع چھوڑنے کی وجہ سے دَم ہے (کہ وہ طواف وداع کئے بغیر چلا گیا)

اُس نے اگر کوئی نفل طواف کر لیا تو وہ نفل طواف وداع ہو جائے گا اور اُس پر کوئی دَم لازم نہ ہوگا چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

كَذَا لَوْ طَافَ طَوَافَ النَّفْلِ (المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل لو طاف للزيارة جنبا، ص ۳۸۶، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ - ۱۹۹۸م)

یعنی، اس طرح اگر کوئی نفل طواف کر لیا (تو اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا)۔

اور اگر اس نے طواف وداع ایام نحر یعنی بارہ کے غروب آفتاب کے بعد کیا تو یہ طواف طواف زیارت کی طرف منتقل نہ ہوگا اب اُس پر بے وضو طواف زیارت کرنے کی وجہ سے دَم لازم رہے گا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ شامی نقل کرتے ہیں کہ:

وإن حصل بعد أيام النحر لا ينتقل، و عليه دَمٌ لطواف الزيارة مُحدثاً (لباب المناسك مع شرحه للقارى، باب الجنایات، فصل: ولو طاف للزيارة جنبا، ص ۳۸۶، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ - ۱۹۹۸م) (رَدُّ الْمُحْتَارِ عَلَى الشَّرْحِ الْمَخْتَارِ، كتاب الحج، باب الجنایات، تحت قوله: إن لم يُعده، ۳/۶۶۲، مطبوعة: دار المعرفه، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ - ۲۰۰۰م)

یعنی، اور اگر طواف وداع ایام نحر گزرنے کے بعد کیا تو طواف وداع طواف زیارت کی طرف منتقل نہیں ہوگا تو اُس پر بے وضو طواف زیارت کرنے کی وجہ سے دَم لازم ہوگا۔

اور سوال کی دوسری صورت میں جب اُس نے طواف زیارت بے وضو کیا اور طواف وداع حالت جنابت میں، تو اُس پر دو دَم لازم آئیں گے ایک بے وضو طواف زیارت کرنے

پر، دوسرا طواف وداع حالت جنابت میں کرنے پر، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ شامی نقل کرتے ہیں کہ:

و لو طَافَ لِلزِّيَارَةِ مُحْدِثًا و لِلصَّدْرِ جُنْبًا فعليه دَمَانِ (لباب المناسك مع شرحه للقارى، باب الجنایات، فصل: ولو طاف للزيارة جنبا، ص ۳۸۶، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ - ۱۹۹۸م) (رَدُّ الْمُحْتَارِ عَلَى الشَّرْحِ الْمَخْتَارِ، كتاب الحج، باب الجنایات، تحت قوله: إن لم يُعده، ۳/۶۶۲، مطبوعة: دار المعرفه، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ - ۲۰۰۰م)

یعنی، اور اگر بے وضو طواف زیارت کیا اور طواف وداع حالت جنابت میں کیا تو اس پر دو دَم لازم ہیں۔

اس دوسری صورت میں حالت جنابت میں طواف وداع کرنے کے بعد اگر اس کا قصد طواف وداع ہو تو وہ طواف وداع حالت جنابت میں کرنے پر لازم آیا وہ ساقط ہو جائے گا اگرچہ اس نے بعد نفل کی نیت سے ہی طواف کیا تو اُس طواف کا اعادہ ہو جائے گا جو اس نے حالت جنابت میں کیا تھا اور یہ حکم اس وقت تک ہے جب تک وہ مکہ مکرمہ میں ہے اگر وہ مکہ سے باہر چلا گیا اور میقات سے نکل گیا تو اب دوسرا دَم متعین ہو گیا کہ اب طواف وداع کا اعادہ کا وقت جاتا رہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الثلاثاء، ۱۸ ذو الحجة ۱۴۲۹ھ، ۱۶ دسمبر ۲۰۰۸م 496-F

طہر متخلل میں کئے گئے نفلی طوافوں کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کو ماہواری آئی اور چند دن کے بعد بند ہو گئی اور اُس نے غسل کے بعد نماز شروع کر دی

اور طواف بھی کئے ایک آدھ دن گزرنے کے بعد دس دن کے اندر اُسے دوبارہ ماہواری شروع ہوگئی تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

(السائل: شکیل علی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: ماہواری کی کم از کم مدت تین دن تین راتیں ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن دس راتیں ہیں چنانچہ علامہ علاء الدین ہسکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

أقلُّه ثلاثة أيامٍ بلياليها الثلاثِ و أكثرُ عشرةٍ بعشر ليالٍ كذا رواه "الذَّارِ قُطْنِي" (سُنَنُ الذَّارِ قُطْنِي، كتاب الحيض، برقم: ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۲۱۷/۲-۱، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶م) وغيره ملخصاً (الذَّارِ قُطْنِي، كتاب الطَّهارة، باب الحيض، ص ۴۳، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ-۲۰۰۲م)

یعنی، اُس کے کم از کم تین دن ساتھ تین راتوں کے اور اس کے زیادہ سے زیادہ دس دن ساتھ دس راتوں کے ہیں، اسی طرح "سُنَنُ الذَّارِ قُطْنِي" وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

اور عورت عادت کے ایام میں جو بھی دیکھے گی وہ ماہواری میں شمار ہوگی خواہ اسے چاہے یا نہ چاہے۔ اگرچہ اس مدت میں کبھی خون آئے اور کبھی نہ آئے پوری مدت ماہواری ہی شمار کی جائے گی کیونکہ اول اور آخر کو دیکھا جائے گا، مدت معتاد کے اندر ابتداء میں بھی ماہواری اور آخر میں ماہواری بیچ میں چاہے ماہواری نہ ہو کُل مدت ماہواری کہلائے گی اور مدت کے اندر کہ جس کے دونوں جانب ماہواری ہو بیچ کے خالی ایام کو طہر متخلل کہتے ہیں چنانچہ علامہ علاء الدین ہسکفی حنفی لکھتے ہیں:

و مَا تَرَاهُ فِي مَدَّتِهِ الْمَعْتَادَةِ سِوَى بَيَاضٍ خَالِصٍ وَ لَوْ الْمَرْتَى

طَهراً متخللاً بين الدَّمين فيها حيضٌ لأنَّ العِبْرَةَ لِأَوَّلِهِ وَ آخِرِهِ وَ عَلَيْهِ الْمُتَوَكِّلُ (الذَّارِ قُطْنِي، كتاب الطَّهارة، باب الحيض، ص ۴۴)

یعنی، اور عورت عادت کے دنوں میں سوائے خالص سفیدی کے جو دیکھے گی (وہ ماہواری میں شمار ہوگا) اگرچہ اس مدت میں دو خونوں کے درمیان طہر متخلل ہو حیض ہے، اس لئے کہ اعتبار اول اور آخر کا ہوتا ہے اور اسی پر متون (فقہ متفق) ہیں۔

لہذا مدت معتاد میں اول اور آخر کا اعتبار کرتے ہوئے کُل مدت کہ جس میں ماہواری جاری تھی اور بیچ کا وہ زمانہ کہ جس میں ماہواری رُکی رہی سب ماہواری قرار پائی بشرطیکہ ماہواری دوبار آکر دس دن کے اندر ختم ہوگئی ہو تو اس صورت میں اُس عورت کا طواف حالت ماہواری میں واقع ہوگا، لہذا جب تک مکہ مکرمہ میں ہے اُن سب کا اعادہ کر لے۔

اور اعادہ نہیں کرتی اور مکہ سے اپنے وطن کو چلی گئی تو دَم لازم ہوگا کیونکہ ماہواری عادت کے ایام میں ہے (سُنَنُ الذَّارِ قُطْنِي، كتاب الحيض، برقم: ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۲۱۷/۲-۱، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶م) وغيره ملخصاً (الذَّارِ قُطْنِي، كتاب الطَّهارة، باب الحيض، ص ۴۳، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ-۲۰۰۲م)

یعنی جو حکم جنابت میں طواف کرنے کا ہے وہی حکم حالت ماہواری میں طواف کا ہے اور پھر نفلی طواف کا ان معاملات میں وہی حکم ہے جو واجب طواف کا ہے یہ حکم طواف شروع کرنے سے قبل نفل ہوتا ہے جب شروع کر دیا تو واجب ہو گیا جیسا کہ "در حجتہ" میں ہے (سُنَنُ الذَّارِ قُطْنِي، كتاب الحج، باب الجنایات، تحت قوله: أو طاف للقدم، ص ۱۶۷) میں اس کی تصریح موجود ہے کہ ہر طواف میں نجاست حکمیہ سے پاکیزگی واجب ہے اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ طواف کے واجبات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یکے طہارت بدن از نجاست حکمیہ، برابر است طواف فرض باشد یا غیر آن (حيلة القلوب فی زیارة المحبوب، باب دویم، فصل دویم، ص ۱۱۸، مطبوعة: إدارة المعارف، کراچی ۱۳۹۱ھ)

یعنی، طواف کا پہلا واجب بدن کا نجاست حکمیہ سے پاک ہونا ہے،

برابر ہے کہ طواف فرض ہو یا غیر فرض (جیسے واجب، سنت اور نفل)۔
اس لئے حالت جنابت یا ماہواری میں طواف کرنے سے اعادہ لازم آتا ہے اعادہ نہ کرے تو دم چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:
أَنَّ الْحَكَمَ كَذَلِكَ فِي كُلِّ طَوَافٍ هُوَ تَطَوُّعٌ، فَيَحِبُّ الدَّمُ لَوْ طَافَهُ جَنْبًا، وَ الصَّدَقَةُ لَوْ مُحْدِثًا كَمَا فِي "الشَّرْنِبَلَالِيَّةِ" عَنْ "الزَّيْلَعِيِّ" (رَدُّ الْمُحْتَارِ عَلَى الدُّرِّ الْمُخْتَلَرِ، بَابُ الْجَنَابَاتِ، تَحْتَ قَوْلِهِ: لَوْ جَوِبَ بِالشَّرْعِ إلخ، ۳/۶۶۱، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ - ۲۰۰۰م)

یعنی، اسی طرح حکم ہر طواف میں ہے جو نفلی ہو، پس اگر حالت جنابت (یا حالت ماہواری) میں طواف کیا تو دم واجب ہے اور بے وضو کیا تو صدقہ جیسا کہ "شرنبلالیہ" (غنیۃ ذوی الأحکام فی بغیۃ تُرَرِ الحُکام، کتاب الحج، باب الجنایات، ۱/۲۴۲، مطبوعة: مطبعة أحمد کامل الکاتبة فی دار السعادة، ۱۳۲۹ھ) میں "زیلعی" (تبيين الحقائق، کتاب الحج، باب الجنایات، ۲/۳۶۹، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ - ۲۰۰۰م) کے حوالے سے ہے۔

اور ماہواری کی حالت میں حالت جنابت میں اور بے وضو طواف کرنا گناہ ہے اور نفل کا حکم یہ ہے کہ کرے تو ثواب، نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں، اس لئے عورتوں کو جائے کہ ایسے حالات میں احتیاط سے کام لیں۔

اور اگر ماہواری کے ایام میں دوسری بار شروع ہونے والا خون دس دن سے زائد ہو جائے تو پھر پہلی بار ماہواری آئی ہے تو دس دن تک ماہواری اور زائد استحاضہ کہلاتا ہے، چنانچہ امام شمس الدین احمد بن سلیمان ابن کمال باشا حنفی متوفی ۹۴۰ھ لکھتے ہیں:

الْمَبْتَدَأَةُ بَلَغَتْ مُسْتَحَاضَةً، فَحَيْضُهَا مِنْ كُلِّ شَهْرٍ عَشْرَةُ أَيَّامٍ وَ

ما زادَ عليها استحاضةٌ (الإيضاح فی شرح الإصلاَح، کتاب الطَّهَّارَاتِ، باب الحيض، ۱/۷۴، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۸ھ - ۲۰۰۷م)

یعنی، مبتدئہ حالت استحاضہ میں بالغ ہوئی تو اُس کی ماہواری ہر ماہ کے دس دن ہیں اور جو اُن پر زائد ہو وہ استحاضہ ہے۔

اور اگر پہلی بار نہیں آئی تو عادت کے دنوں سے زائد جتنے دن خون آیا وہ استحاضہ قرار پائے گا، چنانچہ علامہ ابن کمال باشا حنفی لکھتے ہیں:

إِذَا كَانَتْ لَهَا عَادَةٌ فِي الْحَيْضِ، فَرَضْنَاهَا سَبْعَةً فَرَأَتْ الدَّمَ اثْنَيْ عَشَرَ يَوْمًا، فَخَمْسَةُ أَيَّامٍ بَعْدَ السَّبْعَةِ اسْتِحَاضَةٌ (الإيضاح فی شرح الإصلاَح، کتاب الطَّهَّارَاتِ، باب الحيض، ۱/۷۴، ۷۵، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۸ھ - ۲۰۰۷م)

یعنی، جب اس کی حیض میں عادت ہے اور ہم فرض کریں کہ عادت دس دن ہے، پھر اس نے بارہ دن حیض دیکھا تو سات کے بعد جو پانچ دن ہیں وہ استحاضہ ہے۔

اور استحاضہ کا حکم دائمی تکسیر وغیرہ کی مثل ہے کہ جس میں نماز، روزہ، طواف وغیرہ کچھ بھی ہو اس میں ہے، چنانچہ علامہ سید احمد بن محمد بن احمد طحاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

و لَا تُمْنَعُ عَنِ الطَّوَافِ إِذَا أَمِنَتْ مِنَ اللَّوْثِ "قَهْستاني" عَنْ "الْخِزَانَةِ" (حاشية الطَّحطاوِي عَلَى الدُّرِّ الْمُخْتَلَرِ، کتاب الطَّهَّارَةِ، باب الحيض، تَحْتَ قَوْلِهِ: لَا يَمْنَعُ صَوْمًا إلخ، ۱/۱۵۲، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت ۱۳۹۵ھ - ۱۹۷۵م)

یعنی، عورت کو طواف سے نہیں روکا جائے گا، جب وہ مسجد کے آلودہ ہونے سے امن رکھتی ہو۔ (جیسا کہ) "قہستانی" (جامع الرموز، کتاب

الطَّهَارَات، باب الحيض، ٥٧/١، مطبوعة: ايج ايم سعيد كمبني، كراتشي)

(میں) ”خزانہ“ (کے حوالے سے) مذکور ہے۔

لہذا اگر دوسری صورت ہو تو کچھ بھی لازم نہیں ہوگا نہ اعادہ اور نہ کفارہ، اس صورت میں شرع کا ایک ہی حکم ہے وہ یہ کہ مسجد کو آلودہ ہونے سے بچانا، تو اس کے لئے مستحاضہ کو احتیاطی تدابیر اختیار کرنا لازم ہوں گی کہ جن سے مسجد آلودہ ہونے سے محفوظ رہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الأحد، ١٦ ذو الحجة ١٤٢٩ھ، ١٤ دسمبر ٢٠٠٨ م 494-F

طواف میں نجاست حقیقیہ سے پاکیزگی حاصل کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بسا اوقات طواف کرنے والا بے خبر ہوتا ہے اور اس کے جسم یا کپڑوں پر کوئی ناپاک چیز لگی ہوتی ہے یعنی اس کے کپڑے یا بدن ناپاک ہوتا ہے اور وہ طواف کر لیتا ہے بعد میں اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے جسم یا کپڑوں پر کوئی ناپاک چیز لگی ہوئی تھی جو ایک درہم کی مقدار سے زائد تھی، اس صورت میں اس کے طواف کا کیا حکم ہوگا؟

(السائل: سلطان الکر، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں طواف اگرچہ صحیح ہو جائے گا اور کچھ کفارہ بھی لازم نہیں آئے گا سوائے اس کے کہ اس نے برا کیا کہ اس کے بدن یا کپڑوں پر نجاست تھی اور اسی کے ساتھ طواف کر لیا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ٩٩٣ھ اور ملا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٣ھ لکھتے ہیں:

لو طاف فرضاً أو واجباً أو نفلاً و عليه: أي على ثوبه أو بدنه نجاسة أكثر من قدر الدرهم كره: أي: لتركه السنة في مراعاة الطهارة ولا شيء عليه: أي: من الدَّم و الصَّدقة، و هذا قول

العمامة، و هو الموافق لما في ”ظاهر الرواية“ كما صرح في ”بدائع“ وغيره: أن الطهارة عن النجاسة ليس بواجب، فلا يجب شيء لتركها سوى الإساءة

أما ما في ”منسك الفارسي“: يكره استعمال النجاسة أكثر من قدر الدرهم و الأقل لا يكره، فمحل بحث إذا الظاهر أنه يكره مطلقاً على تفاوت الكراهة بين كثرة النجاسة و القلة، و هذا لا يُنافي أن القدر القليل معفو (المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل و لو طاف الخ، ص ٣٩٢، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ھ - ١٩٩٨م)

یعنی اگر فرض یا واجب یا نفلی طواف اس حال میں کیا کہ اس کے کپڑے یا بدن پر ایک درہم کی مقدار سے زائد نجاست تھی تو مکروہ ہے یعنی عبادت کی حمایت میں سنت کو ترک کرنے کی وجہ سے (مکروہ ہے) اس کا حکم الصدقہ سے کچھ لازم نہیں اور یہ عام فقہاء کا قول ہے اور یہی اکل کے حوالے سے جو ”ظاہر الروایۃ“ میں ہے جیسا کہ ”بدائع

الصالح“ (بائع الصنائع، کتاب الحج، فصل فی شرط طواف الزیارة و

راجعه، ٧١/٣، ٧٢، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى

١٤١٨ھ - ١٩٩٧م) وغیرہ میں تصریح فرمائی کہ (طواف میں) نجاست

سے پاکی واجب نہیں ہے لہذا اس کے ترک پر سوائے اسامت کے کچھ لازم نہ ہوگا۔

مگر جو ”منسک فارسی“ میں ہے کہ ایک درہم کی مقدار سے زائد نجاست کا استعمال مکروہ ہے اور (اس سے) کم مکروہ نہیں ہے، پس (یہ قول) محل بحث ہے کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ وہ کثرت نجاست اور قلت نجاست کے مابین کراہت کے تفاوت پر مطلقاً مکروہ ہے اور یہ اس

کے منافی نہیں ہے کہ قلیل مقدار معاف ہے۔

اور محمد و محمد ہاشم بن عبد الغفور ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں:

اما طہارت بدن و ثياب ملبوس و مکان طواف از نجاست حقیقیہ پس آن واجب است علی احد الروایتین و روایت دیگر آنست کہ طہارت از نجاست حقیقیہ سنت مؤکدہ است و علیہ اکثر العلماء (حیلة القلوب فی

زیارة المحبوب، باب سیوم در بیان طواف الخ، فصل دویم در بیان شرائط صحة طواف، أما واجبات طواف، ص ۱۱۸)

یعنی، مگر بدن، پہنے ہوئے کپڑوں اور طواف کی جگہ کا نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا پس وہ دو روایات میں سے ایک روایت کے مطابق واجب ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا سنت مؤکدہ ہے اور اسی روایت پر اکثر علماء ہیں۔

اور سنن طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

طہارت بدن و ثياب ملبوس و مکان طواف از نجاست حقیقیہ کہ آن سنت است نزد اکثر و قلیل واجب است (حیلة القلوب فی زیارة المحبوب، باب

سیوم در بیان طواف الخ، فصل دویم، أما سنن طواف الخ، ص ۱۲۲)

یعنی، بدن، پہنے ہوئے کپڑوں اور مکان طواف کا نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا کہ اکثر کے نزدیک سنت ہے اور کہا گیا ہے کہ واجب ہے۔

اور جہاں اختلاف ہو وہاں اختلاف سے نکلنا مستحب ہوتا ہے اس لئے قلیل و کثیر کے فرق کے بغیر اس سے بچنا چاہئے پھر یہ ایک دینی امر ہے جس میں احتیاط کا دامن مضبوطی سے تھامنا چاہئے، چنانچہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

فإن الخروج عن الخلاف مستحب بالإجماع، و المسألة خلافية، و ترك المستحب مکروه تنزیہی لآنہ خلاف الأولى

و منافی لإحتیاط فی الدین (المسلك المتقسط فی المنسك

المتوسط، باب الجنایات، فصل: و لو طاف فرضاً الخ، ص ۳۹۲)

یعنی، بے شک خلاف سے نکلنا بالاجماع مستحب ہے اور یہ مسئلہ خلافیہ ہے اور مستحب کا ترک مکروہ تنزیہی ہوتا ہے کیونکہ وہ خلاف اولیٰ اور دین میں احتیاط کے منافی ہے۔

اور یہاں احتیاط اس میں ہے کہ اگر ایسا واقعہ پیش آجائے تو اعادہ کر لے تاکہ خلاف سے نکل جائے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ۵ ذو الحجة ۱۴۲۹ھ، ۳ دسمبر ۲۰۰۸ م 488-F

طواف کرنے والے کے کپڑوں پر نجاست کا حکم

مفتی اعظم پاکستان نے فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے ایک مفتی سے طواف کیا اور اس کے کپڑوں پر کوئی ناپاک چیز لگی ہوئی تھی مکمل کرنے کے بعد ہوش اٹھ کر معلوم ہوا کہ اس کے کپڑوں پر ناپاک لگی ہوئی تھی اب اس کے لئے کیا حکم ہوگا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: طواف میں کپڑوں کا پاک ہونا واجب ہے یا سنت مؤکدہ اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے، ایک روایت کے مطابق واجب ہے جب کہ دوسری روایت ہے کہ سنت مؤکدہ ہے اور اکثر علماء اسی پر ہیں کہ سنت مؤکدہ ہے، چنانچہ محمد و محمد ہاشم بن عبد الغفور ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں:

اما طہارت بدن و ثياب ملبوس و مکان طواف از نجاست حقیقیہ پس آن واجب است علی احد الروایتین و روایت دیگر آنست کہ طہارت از نجاست حقیقیہ سنت مؤکدہ است و علیہ اکثر العلماء، لہذا ذکر خواہم کرد

اور سُنن طواف (حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل دویم در بیان شرائط صحۃ طواف، ص ۱۱۸، مطبوعہ: إدارة المعارف، کراتشی ۱۳۹۱ھ)

یعنی، مگر بدن، پہنے ہوئے کپڑوں اور مکان طواف کا نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا تو وہ ایک روایت کے مطابق واجب ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ نجاست حقیقیہ سے پاکیزگی سنت مؤکدہ ہے اور اسی روایت پر اکثر علماء ہیں، اسی لئے میں اسے سُنن طواف میں ذکر کروں گا۔ اور اسی فصل میں سنتوں کے بیان میں لکھتے ہیں کہ:

نہم طہارت بدن و ثياب ملبوسہ و مکان طواف از نجاست حقیقیہ کہ آن سنت است نزد اکثر، و قیل واجب است (حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل دویم در بیان شرائط صحۃ طواف، ص ۱۲۲)

یعنی، طواف کی نویں سنت یہ ہے کہ بدن پہنے ہوئے کپڑوں اور مکان طواف کا نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا اکثر کے نزدیک سنت ہے۔ گویا کہ واجب ہے۔

اور سنت کا ترک اسانت ہے یعنی شرعاً ایسا کرنے والا بُرا کرتا ہے اور تہمید کے ساتھ اجتنب کرنا چاہئے کہ محرومی کا سبب ہے اور اُس شخص پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ اور جب یہ مسئلہ اختلافی ہے تو افضل یہی ہے کہ اس طواف کا اعادہ کر لے کہ اسی میں احتیاط ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۶ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ، ۱۴ نومبر ۲۰۰۹ م 657-F

حلق یا تقصیر کے بغیر احرام کھولنے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص عمرہ کر کے حلق یا بال کٹوائے بغیر احرام کھول دے اب کافی مہینوں بعد اُسے اپنی غلطی کا احساس ہوا ہے، اس کے لئے کیا کوئی کفارہ ہے؟ (صرف دم دینا ہے یا کوئی اور کفارہ) بال کٹوائے بغیر احرام کھول دینے سے کیا وہ احرام کی پابندیوں سے آزاد گیا؟

(السائل: محمد شاہد قادری رضوی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں اگر ممنوعات احرام کا ارتکاب جیسے سِلے ہوئے کپڑے پہننا، سر اور منہ کو ڈھکنا اور خوشبو لگانا وغیرہ کا ارتکاب احرام سے نکلنے کے لئے اپنی جہالت کی بنا پر کیا ہے تو صرف ایک دم لازم ہوگا۔ اور اگر اُس نے ان ممنوعات احرام کا ارتکاب احرام سے باہر نکلنے کے لئے نہ کیا ہو تو حلق کروانے تک جتنے جرم اُس نے کئے اتنی ہی جزائیں اُس پر لازم آئیں گی، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن محمد الغفور ٹھٹھوی مفتی متوفی ۱۴۷۷ھ لکھتے ہیں:

حلق شرط خروج از احرام حج و عمرہ حلق رُبع سر یا قصر رُبع اوست در وقت حلق، اگر حلق نہ ہو تو قصر نمود بیرون نیاید از احرام اگرچہ بگذرند بروئے سر یا ہائے بیرون ہر بارے کہ ارتکاب کند محظورے را لازم می شود بروئے جزائے مجددہ مگر آنکہ ارتکاب محظورات متعدد بیت ترک احرام مجددہ باشد کہ آنکہ جزء واحد لازم آید کمایا قی قریباً (حیات القلوب فی زیارة المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل دہم در کیفیت خروج از احرام، ص ۱۰۲)

یعنی، حج و عمرہ سے نکلنے کی شرط حلق کے (مقررہ) وقت میں چوتھائی سر کا منڈوانا یا چوتھائی سر کا قصر کروانا ہے، اگر کسی نے نہ سر منڈوایا اور نہ قصر کروایا تو احرام سے باہر نہیں نکلے گا، چاہے اُسے بے شمار سال گزر جائیں۔ اس دوران ہر بار جب وہ ممنوع احرام کا ارتکاب کرے گا

اُسے علیحدہ جزاء لازم ہوگی جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا۔

اور لکھتے ہیں:

آنچه گفتیم کہ شرط است وقوع حلق یا قصر در وقت او پس بدانکہ ابتداء وقت حلق در حج از طلوع فجر روز نحرست و در عمرہ بعد از اتیان اکثر طواف است، ولیکن آخر ندارد در حق صحت بلکہ جمیع عمر وقت اوست ہر وقتی کہ حلق نماید از احرام بیرون آید اگرچہ واجب است وقوع حلق حج در ایام نحر بعد از رمی جمرہ عقبہ، و واجب است وقوع حلق عمرہ بعد از سعی بین الصفا و المروۃ در عمرہ (حیات القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول در بیان

احرام، فصل دہم در کیفیت خروج از احرام، ص ۱۰۲)

یعنی، ہم نے حلق یا قصر کے وقت مقررہ میں ہونے کی جو شرط بیان کی ہے تو جاننا چاہئے کہ حلق کا وقت حج کے لئے پس ذوالحجہ کی صبح صادق سے اور عمرہ کے لئے طواف کے اکثر (یعنی، چار) چکر کرنے کے بعد شروع ہوتا ہے لیکن حلق و قصر صحیح ہونے کا آخری کوئی وقت مقرر نہیں، ساری عمر اُس کا وقت ہے جب بھی سر منڈائے گا یا قصر کرے گا احرام سے باہر ہو جائے گا۔ اگرچہ حج میں رمی جمرہ عقبہ کے بعد احرام حلق کر لینا واجب ہے اور عمرہ میں سعی کے بعد واجب ہے۔

اور وہ احرام توڑنے کی نیت کر لے تب بھی محرم ہی رہے گا احرام سے باہر نہیں لے گا

اُس پر منوعات احرام کا ارتکاب حرام رہے گا اگرچہ اُس کی رفض احرام کی نیت نے اُس پر سے ضمان کو اٹھا دیا کہ متعدد جزائیں اُس پر لازم نہ آئیں، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

پس چنین خارج نکرد بہ نیت رفض و احلال و واجب آید بر این شخص دم واحد برائے جمیع آنچه ارتکاب کرد ہر چند کہ ارتکاب کرد جمیع محظورات را و متعدد نشود بروے جزاء بہ تعدد جنایات چون نیت کردہ است رفض

احرام رازیرانکہ او ارتکاب نموده است محظورات را بتاویل اگرچہ فاسد است، معتبر باشد در رفع ضمانات دینیہ، پس گویا کہ موجود شدن این ہمہ محظورات از جہۃ واحدہ بسیی واحد، پس متعدد نکرد جزاء بروی این مذہب ماست، و امام شافعی پس لازم آید بروی برائے ہر محظورے علیحدہ جزا (حیلۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل

دہم در کیفیت خروج از احرام، ص ۱۰۳)

یعنی، اس طرح احرام توڑنے اور حلال ہونے کی نیت سے بھی احرام سے خارج نہ ہوگا اور اس شخص پر تمام منوعات کے ارتکاب کا ایک ہی دم واجب ہوگا، چاہے تمام منوعات کا مرتکب ہوا ہو، اور جب اُس نے احرام توڑنے کی نیت کر لی تو متعدد جنایات پر متعدد جزائیں اس لئے واجب نہ ہوں گی کہ ان منوعات کا ارتکاب اُس نے اس تاویل سے کیا ہے (تاویل یہ ہے کہ میں نے احرام توڑنے کی نیت کر لی تھی اس لئے میں منوعات کے ارتکاب سے منع نہ رہے)۔ اور تاویل گو کہ فاسد ہے مگر وہ دینی ضمانتوں کے اٹھ جانے کے بارے میں معتبر ہوگی، پس گویا کہ یہ تمام منوعات ایک ہی جہت سے ایک ہی سبب کے باعث واقع ہوئے اس لئے جزائیں بھی اُس پر متعدد واجب نہ ہوں گی یہ ہمارا مذہب ہے، مگر امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک ہر ممنوع پر جزاء علیحدہ ہوگی۔

اور ہمارے اور امام شافعی کے مابین یہ اختلاف تب ہے جب اس نے احرام توڑنے کے ارادے سے ایسا کیا اور جہالت کی بناء پر سمجھ لیا کہ اب میں احرام سے باہر ہو گیا ورنہ ہر جنایت پر الگ جزا لازم ہوگی چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

و این اختلاف وقتی ست کہ شخص مذکور کہ نیت رفض احرام کردہ است گمان می برد بسبب جہل خود کہ او خارج گشتہ است از احرام بسبب این قصد،

اتنا کسی کہ می داند کہ خارج نشدہ ام من از احرام بسبب این قصد معتبر نباشد از وی قصد رخص و متعدد گردد جزاء بروی بہ تعدد جنایات اتفاقاً بیننا و بین الشافعی، چنانکہ متعددی گردد اتفاقاً بر شخص کہ قصد نہ کردہ است رخص را اصلاً (حیلة القلوب فی زیارة المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل دهم در کیفیت خروج از احرام، ص ۱۰۳-۱۰۴)

یعنی، یہ اختلاف بھی اُس وقت ہے جب اُس شخص نے (ان ممنوعات کے ارتکاب میں) احرام توڑنے کی نیت کی ہو اور اپنی جہالت سے سمجھ لیا ہو کہ اس نیت سے وہ احرام سے نکل گیا، لیکن اگر کوئی یہ جانتا ہے کہ میں اس نیت کر لینے سے احرام سے نہیں نکلا ہوں تو ایسے شخص سے احرام توڑنے کی نیت معتبر نہیں ہوگی۔ اس پر ہمارے اور امام شافعی کے نزدیک بالاتفاق ہر جنایت پر علیحدہ جزاء واجب ہوگی جیسا کہ باتفاق احناف و شوافع اُس شخص پر (جزائیں) متعدد ہوں گی جس نے احرام توڑنے کی سرے سے نیت ہی نہ کی ہو۔

لہذا مذکور شخص اگر یہ جانتا تھا کہ میں اس طرح سے احرام سے نہیں نکلاں گا یا اُسے یہ بتایا گیا تھا تو دیکھنا ہوگا کہ سعی عمرہ کے بعد اُس نے کن کن ممنوعات ارتکاب کیا ہے تو جتنی اُس نے جنایتیں کی ہوں گی تو اُن جنایتوں کے مطابق اتنی ہی جزاؤں کا حکم دیا جائے گا۔

اور یاد رہے کہ مذکورہ مسئلہ میں اُسے حلق یا قصر بہر صورت کروانا ہوگا اگرچہ کتنا عرصہ کیوں نہ گزر گیا ہو چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

اگر محرم بعد از احرام قصد کرد رخص احرام را پس ارتکاب کردن گرفت محظورات احرام را چنانکہ ارتکاب کند آنہا را شخص غیر محرم از بس تحبط و تطیب و حلق و جماع و قتل صید و امثال آن، پس بیرون نمی آید این شخص

بارتکاب این چیز ہا از احرام بالا جماع (حیلة القلوب فی زیارة المحبوب، باب اول، فصل دهم در بیان کیفیت خروج از احرام، تنبیہ حسن، ص ۱۰۳، مطبوعہ: ادارة المعارف، کراچی ۱۳۹۱ھ)

یعنی، اگر محرم نے احرام توڑنے کا ارادہ کر لیا اور اُس نے اس ارادے سے ایسے ممنوعات احرام کا ارتکاب کرنا شروع کر دیا جیسے غیر محرم کرتا ہے جیسا کہ سلعے ہوئے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، سرمند وانا، جماع کرنا اور شکار کو قتل کرنا وغیرہا، تو ان افعال کے کرنے کے باوجود وہ باجماع علماء کرام احرام سے نہ نکلے گا۔

اس صورت میں دم تو ایک لازم آیا مگر ارتکاب حرام کی بنا پر لازم آنے والے گناہ سے توبہ بھی لازم ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۱۵ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ، ۱ اپریل ۲۰۱۰م 593-F

مرہ میں حلق سے قبل مونچھیں منڈوانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے گروپ میں ایک حاجی صاحب جو آج ہی پاکستان سے تشریف لائے تھے عمرہ کا طواف کر کے سعی کی اور حلق سے قبل اپنی مونچھیں منڈوا دیں بعد میں حلق کروایا اب اس صورت میں اُس پر کیا لازم ہوگا۔

(السائل: محمد رضوان بکالی، لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: عمرہ کرنے والا افعال عمرہ ادا کرنے کے بعد جب تک حلق یا قصر نہیں کروا لیتا احرام میں ہی رہتا ہے اور اُس شخص نے احرام سے نکلنے سے قبل مونچھیں منڈوا دیں تو یہ احرام پر جنایت قرار پائی اور مونچھیں داڑھی کے ساتھ شمار

ہوتی ہیں چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

وَاللَّحْيَةُ مَعَ الشَّارِبِ عَضُوٌّ وَاحِدٌ۔ ”فتح“ (رَدُّ الْمُحْتَارِ عَلَى الثُّرِّ الْمُخْتَارِ، كِتَابُ الْحَجِّ، بَابُ الْجَنَائِزَاتِ، تَحْتَ قَوْلِهِ: أَوْ حَلَقَ رُبْعَ رَأْسِهِ، ۶۵۹/۳)

یعنی، داڑھی مونچھوں کے ساتھ ایک عضو ہے۔ ”فتح القدیر“ (فتح القدیر، كِتَابُ الْحَجِّ، بَابُ الْجَنَائِزَاتِ، تَحْتَ قَوْلِهِ: فَعَلَيْهِ طَعَامٌ هُوَ حُكْمُ عَدَلٍ، ۴۴۶/۲، وَفِيهِ: وَهُوَ مَعَ اللَّحْيَةِ كَعْضُوٍّ وَاحِدٍ)

اور داڑھی کم از کم چوتھائی منڈوانے پر دم اور اس سے کم میں صدقہ ہے لازم ہوتا ہے چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

وَإِذَا حَلَقَ رُبْعَ لَحْيَتِهِ فَصَاعِدًا فَعَلَيْهِ دَمٌ وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنَ الرَّبْعِ فَصَدَقَةٌ كَذَا فِي ”السَّراجِ وَالْوَهَّاجِ“ (الْفَتَاوَى الْهِنْدِيَّةُ، كِتَابُ الْمَنَاسِكِ، الْبَابُ الثَّامِنُ فِي الْجَنَائِزَاتِ، الْفَصْلُ الثَّالِثُ فِي حَلَقِ الشَّعْرِ وَقَلَمِ الْأُظْفَلِ، ۲۴۳/۱، مَطْبُوعَةٌ: دَارُ الْمَعْرِفَةِ، بَيْرُوتَ، الطَّبْعَةُ الثَّلَاثَةُ ۱۳۹۳ھ۔ ۱۹۷۳م)

یعنی، جب اپنی داڑھی کے چوتھائی، پس زیادہ کا حلق کیا تو دم لازم ہے اور اگر چوتھائی سے کم ہے تو صدقہ ہے اسی طرح ”السَّراجِ“ میں ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں کہ:

سریا داڑھی کے چہارم بال یا زیادہ کسی طرح دُور کئے تو دم ہے اور کم میں صدقہ الخ (بہار شریعت، حصہ ششم، حج کا بیان، جرم اور ان کے کفارے کا بیان، ص ۱۰۴/۶/۱)

اور ظاہر ہے کہ صرف مونچھیں داڑھی کا چوتھائی نہیں اس لئے مونچھوں میں صرف صدقہ

لازم آئے گا چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لأنه تبعٌ لِلْحَيَةِ، وَلَا يَبْلُغُ رُبْعَهَا، وَالْقَوْلُ لَوْ جُوبِ الصَّدَقَةُ فِيهِ هُوَ الْمَذْهَبُ الْمَصْحُوحُ (رَدُّ الْمُحْتَارِ عَلَى الثُّرِّ الْمُخْتَارِ، كِتَابُ الْحَجِّ، بَابُ الْجَنَائِزَاتِ، تَحْتَ قَوْلِهِ: أَوْ حَلَقَ شَرَاهُ، ۶۶۹/۳، مَطْبُوعَةٌ: دَارُ الْمَعْرِفَةِ، بَيْرُوتَ)

یعنی، کیونکہ مونچھ داڑھی کے تابع ہے اور داڑھی کے چوتھائی حصے کو نہیں پہنچتی اور اس میں صدقہ واجب ہونے کا قول صحیح مذہب ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی لکھتے ہیں:

مونچھ اگر پوری منڈوائے یا کتروائے صدقہ ہے۔ (بہار شریعت، حج کا بیان، جرم اور ان کے کفارے کا بیان، ۱۰۵/۶/۱)

لہذا صورت مسئلہ میں یہ شخص ایک صدقہ دے گا اور صدقہ سے مراد صدقہ فطر ہے جسکی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

صَاعٌ مِنْ بُرٍّ كَالْفَطْرَةِ (الْثُّرِّ الْمُخْتَارِ، كِتَابُ الْحَجِّ، بَابُ الْجَنَائِزَاتِ، ص ۱۶۷، مَطْبُوعَةٌ: دَارُ الْكُتُبِ الْعِلْمِيَّةِ، بَيْرُوتَ، الطَّبْعَةُ الْأُولَى ۱۴۱۱ھ۔ ۲۰۰۰م)

یعنی، صدقہ دے آدھا صاع گندم مثل فطرانے کے۔

اور حج میں صدقہ کو صدقہ فطر کے ساتھ مشابہت مقدار میں ہے چنانچہ علامہ شامی لکھتے

ہیں:

”الظَّاهِرُ أَنَّ التَّشْبِيهَ إِنَّمَا هُوَ فِي الْمَقْدُورِ لَا غَيْرَ (رَدُّ الْمُحْتَارِ عَلَى الثُّرِّ الْمُخْتَارِ، كِتَابُ الْحَجِّ، بَابُ الْجَنَائِزَاتِ، تَحْتَ قَوْلِهِ: كَالْفَطْرَةِ لَا يَجْزِيهِ، ۶۸۲/۳)

یعنی، ظاہر ہے کہ تشبیہ صرف مقدار میں ہے نہ کہ اس کے غیر میں۔

قاضی عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لو طاف و سعى لِلأولى و لم يبق عليه إِلَّا الحلق، فأهْلَ
بِأُخْرَى لِرِمَّتِهِ و لا يَرُفَضُهَا و عليه دُمُ الجمع (بُاب المناسك مع
شرحہ للقراری، باب الجمع بیان النسکین المتحدین، فصل فی الجمع بین
العمرتین، ص ۳۲۴)

یعنی، اگر پہلے عمرہ کا طواف اور سعی کر لی اور اُس پر سوائے حلق کے کچھ
باقی نہ رہا، پس اُس نے دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا تو دوسرا عمرہ
اُسے لازم ہو گیا اور وہ اُسے نہ چھوڑے گا اور اُس پر دو احراموں کو جمع
کرنے کا دم لازم ہو گا۔

اور علامہ محمد بن عبداللہ بن احمد غزالی ترمذی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

مَنْ أَتَى بِعُمْرَةٍ إِلَّا الحلقَ فَأَحْرَمَ بِأُخْرَى ذَبَحَ، (تنویر الأبصار مع
شرحہ للحصصکفی، کتاب الحج، باب الجنایات، ص ۱۷۱، مطبوعہ: دار
الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۳-۲۰۰۲م)

یعنی، جس نے عمرہ ادا کیا سوائے حلق کے پس دوسرے عمرہ کا احرام
باندھ لیا تو جانور ذبح کرے گا۔

اور عمرہ کے دو احراموں کو جمع کرنے پر دم لازم آنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔
علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

اعْلَمَ أَنَّهُمْ اتَّفَقُوا فِي وَجوبِ الدَّمِ بِسَبَبِ الجمعِ بَيْنِ إِحْرَامِي
العُمْرَةِ (المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الجمع بين
النسكين المتحدین، فصل فی الجمع بین العمرتین، ص ۳۲۴)

یعنی، فقہاء کرام کا عمرہ کے دو احراموں کے مابین جمع کے سبب وجوب
دم میں اتفاق ہے۔

فتاویٰ حج و عمرہ

اور دو احراموں کو جمع کرنا مکروہ تحریمی ہے چنانچہ علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی حنفی
متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

الأصل: أن الجمع بين إحرامين لعمرتين مكروهٌ تحريمًا، فيلزمُ
الدَّم (الثمر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قوله: مَنْ أَتَى
بعمرَةٍ، ص ۱۷۱، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعة الأولى
۱۴۲۳-۲۰۰۲م)

قاعدہ یہ ہے کہ عمرہ کے دو احراموں کو جمع کرنا مکروہ تحریمی ہے، پس دم
لازم آئے گا۔

اور کراہت تحریمی کا ارتکاب گناہ ہے اس لئے اُسے اس گناہ سے توبہ بھی لازم ہو گی۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۲۴ ذوالقعدة ۱۴۲۹ھ، ۲۴ نومبر ۲۰۰۸م 669-F

سے آنے والی عورت کو ماہواری آ جانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک
عورت پاکستان سے حج تمتع کی نیت سے مکہ مکرمہ آئی ابھی پہنچی تھی کہ ماہواری آ گئی اور دو دن
بعد ہی روو گئی ہے اس نے ابھی عمرہ ادا نہیں کیا تو حج کا احرام کس طرح باندھے کیا عمرہ چھوڑ
دے اور حج کا احرام باندھ لے اگر وہ ایسا کرتی ہے تو جو عمرہ اُس نے چھوڑا وہ کب ادا کرے
اور اس عمرہ کے چھوڑنے کی وجہ سے اس پر کیا لازم ہو گا جب کہ عمرہ اُس نے مجبوری میں چھوڑا
ہے تو اس صورت میں اُس پر کیا لازم آتا ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں اُس عورت پر دم
اور عمرہ کی قضاء لازم ہے، مروی ہے کہ ایسا ہی واقعہ ام المؤمنین حضرت عائشہ کے ساتھ حجة

الوداع میں پیش آیا، جب حضور ﷺ کی بارگاہ میں آپ نے اپنا معاملہ پیش کیا تو آپ ﷺ نے انہیں عمرہ چھوڑنے کا اور حج ادا کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ

أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَهْلَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَكُنْتُ مِمَّنْ تَمَتَّعَ وَلَمْ يَسُقِ الْهَدْيَ، فَرَعَمْتُ أَنَّهَا حَاضَتْ، وَلَمْ تَطْهَرْ حَتَّى دَخَلْتُ لَيْلَةَ عَرَفَةَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذِهِ لَيْلَةُ عَرَفَةَ، وَإِنَّمَا كُنْتُ تَمَتَّعْتُ بِعُمْرَةٍ؟ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "انْقُضِي رَأْسُكَ، وَامْتَشِطِي، وَامْسِكِي عَنْ عُمْرَتِكَ" فَفَعَلْتُ، فَلَمَّا قَضَيْتُ الْحَجَّ، أَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ، لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ، فَأَعْمَرَنِي مِنَ التَّنْعِيمِ، مَكَانَ عُمْرَتِي الَّتِي نَسَكْتُ (صحيح البخارى، كتاب الحيض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحيض، برقم: ۳۱۶، ۸۲/۱، و باب الأمر بالنساء، إذا نفسن، برقم: ۲۹۴، ۷۷/۱، و باب تقضى الحائض المناسك كلها إلا الطواف بالبيت، برقم: ۳۰۵، ۷۹/۱، و باب نقض المرأة شعرها عند المحيض، برقم: ۳۰۶، ۷۹/۱، و باب كيف تهل الحائض بالحج والعمرة، برقم: ۳۱۹، ۸۲/۱، و باب الحج، باب كيف تهل الحائض والنفساء، برقم: ۱۵۵۶، ۳۸۴/۱، و باب قوله تعالى ﴿الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ﴾ الآية، برقم: ۱۵۶۰، ۳۸۵/۱، و باب التمتع والقران إلخ، برقم: ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۳۸۶/۱، و باب طواف القلن، برقم: ۱۶۳۸، ۳۰۴/۱، و باب تقضى الحائض المناسك كلها إلخ، برقم: ۱۶۵۱، ۴۰۷/۱، و باب إذا حاضت المرأة بعد ما افاضت، برقم: ۱۷۶۲، ۴۳۲/۱، و باب الإذج من المحصب، برقم: ۱۷۷۲،

۴۳۴/۱، و كتاب العمرة، باب العمرة ليلة الحصبه، برقم: ۱۷۸۳، ۴۳۷/۱، و باب الإعتصار بعد الحج بغير هدي، برقم: ۱۷۸۶، ۴۳۸/۱، و باب أجر العمرة على قدر النصب، برقم: ۱۷۸۷، ۴۳۸/۱، و باب المعتمر إذا طاف إلخ، برقم: ۱۷۸۸، ۴۳۹/۱، و كتاب الجهاد والسير، باب إرداف المرأة خلف أخيها، برقم: ۲۹۸۴، ۲۹۸۵، ۲۶۹/۲، و كتاب المغازي، باب حجة الوداع، برقم: ۴۳۹۵، ۱۱۹/۳، و كتاب الأضاحي، باب من ذبح ضحية غيره، برقم: ۵۵۵۹، ۴۹۱/۳، و كتاب التمني، باب قول النبي ﷺ: لو استقبلت من أمري إلخ، برقم: ۷۲۳۰، ۴۰۰/۴، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، ۱۴۲۰-۱۹۹۹م)

یعنی اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں احرام باندھا، پس میں اُن میں سے تھیں جنہوں نے تمتع کیا، اور (ساتھ) ہدی نہ لائے، پس انہیں (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو گمان ہوا کہ انہیں ماہواری آگئی ہے، اور آپ پاک نہ ہوئیں یہاں تک کہ عرفہ کی رات آگئی، آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ عرفہ کی رات ہے اور میں نے صرف عمرہ کے ساتھ تمتع کیا ہے (یعنی میں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا ہے) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اپنا سر کھول دے اور کنگھی کر لے اور اپنے عمرہ سے رُک جا“ (آپ فرماتی ہیں کہ) میں نے (ایسے ہی) کیا، پس جب حج ادا کر لیا، تو (رسول اللہ ﷺ نے) حصہ کی رات عبد الرحمن (بن ابی بکر رضی اللہ عنہما) کو حکم فرمایا تو انہوں نے مجھے مقام تنعیم سے عمرہ کروایا، اور میں نے اس عمرہ کی جگہ جس کا میں نے احرام باندھا تھا عمرہ ادا کیا۔

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ایسی حالت میں عورت عمرہ چھوڑ دے گی اور حج فوت

ہونے کے خوف کی وجہ سے عمرہ کا احرام کھول دے گی اور حج کا احرام باندھے گی، چنانچہ شارح صحیح بخاری علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ حدیث اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تحت لکھتے ہیں:

أَنَّ الظَّاهِرَ قَوْلُهَا "يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذِهِ لَيْلَةُ عَرَفَةَ إِلَى آخِرِهِ" يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَمَرَهَا بِرَفْضِ عُمْرَتِهَا، وَأَنْ تَخْرُجَ مِنْهَا قَبْلَ تَمَامِهَا، وَفِي "التَّوَضُّعِ": بِهِ قَالَ الْكُوفِيُّونَ فِي الْمَرَأَةِ تَحِيضُ قَبْلَ الطَّوَافِ وَتَحِيضُ فَوَاتِ الْحَجِّ: أَنَّهَا تَرْفُضُ الْعُمْرَةَ (عمدة القاری، کتاب الحيض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحيض، برقم: ۳۱۶، ۱۴۳/۳، ۱۴۴، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸-۱۹۹۸م)

یعنی، بے شک اُمّ المؤمنین کے قول "یا رسول اللہ! یہ عرفہ کی رات ہے الحج" کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں عمرہ چھوڑنے کا حکم فرمایا کہ وہ عمرہ سے اس کے پورا ہونے سے قبل نکل جائیں، اور "توضیح" میں ہے کہ کوفیوں نے اس عورت کے بارے میں جو (حج تمتع میں) طواف عمرہ سے قبل حائضہ ہو جائے اور اسے عادت ہونے کا خوف ہو یہی حکم کیا کہ وہ عمرہ چھوڑ دے۔

اور اس صورت میں عورت پر چھوڑے ہوئے کی قضا لازم ہوگی اور حدیث عائشہ میں مذکور ہے کہ آپ نے حج سے فارغ ہو کر اس عمرہ کی قضا کی چنانچہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود فرمایا کہ:

فَأَهْلَلْتُ مِنْهَا بِعُمْرَةٍ، جَزَاءً بِعُمْرَةِ النَّاسِ الَّتِي اعْتَمَرُوا (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بيان وجود الإحرام إلخ، برقم: ۱۲۰/۲۸۹۰- (۱۲۱۱)، ص ۵۵۸، مطبوعة: دار الأرقم، بيروت)

یعنی، پس میں نے وہاں سے عمرہ کا احرام باندھا بدلے لوگوں کے اس عمرہ کے جو انہوں نے (شروع میں) ادا کیا۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أُرْسِلَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَعْتَمَرْتُ، فَقَالَ: "هَذِهِ مَكَانُ عُمْرَتِكَ" (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بيان وجود الإحرام إلخ، برقم: ۱۱۱/۲۸۸۱- (۱۲۱۱)، ص ۵۵۶)

یعنی، جب ہم نے حج ادا کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے عبد الرحمن بن ابی بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے ساتھ تنعیم بھیجا پس میں نے عمرہ ادا کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا "یہ تیرے اُس عمرہ کی جگہ پر ہے۔"

اور ایک روایت میں ہے کہ:

فَعْتَمَرْتُ بِهَا فَطُفِئَتْ حَجَّتِي، بَعَثَ مَعِيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ وَأَمَرَنِي أَنْ أَعْتَمَرَ مِنَ التَّنْعِيمِ، مَكَانَ عُمْرَتِي، أَلَيْسَ أَذْكَى الْحَجِّ وَلَمْ أُحِلَّ مِنْهَا (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بيان وجود الإحرام إلخ، برقم: ۱۱۲/۲۸۸۲- (۱۲۱۱)، ص ۵۵۶)

یعنی، یہاں تک کہ جب میں نے اپنا حج پورا کیا، رسول اللہ ﷺ نے عبد الرحمن بن ابی بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو میرے ساتھ بھیجا اور مجھے حکم فرمایا، میں تنعیم سے اپنے اس عمرہ کی جگہ پر عمرہ ادا کروں کہ جس عمرہ سے میں (ماہواری کی وجہ سے) فارغ نہ ہوئی تھی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ:

فَأَعْمَرَنِي مِنَ التَّنْعِيمِ، مَكَانَ عُمْرَتِي الَّتِي أَمْسَكْتُ عَنْهَا (صحیح

مسلم، كتاب الحج، باب بيان وجود الإحرام إلخ، برقم: ۱۱۳/۲۸۸۳۔

(۱۲۱۱)، ص ۵۵۶)

یعنی، پس (عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے) معیم سے مجھے عمرہ کروایا میرے اُس عمرہ کی جگہ کہ جس کی ادائیگی سے میں رُک گئی تھی۔

متمتع یا قارن عمرہ نہ کر پائے اور حج ادا کرے تو اُس پر سے حج متمتع یا قران کا دم شکر جسے لوگ حج کی قربانی کہتے ہیں جو متمتع اور قارن دونوں پر واجب ہوتی ہے وہ ساقط ہو جاتی ہے اور اس پر عمرہ کی قضا اور عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے دم جبر لازم آتا ہے اور دم جبر کے جانور کا سرزمین حرم پر ذبح کرنا واجب ہے اور اس کے لئے افضل دن یوم نحر ہے اور اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب نسوانی عارضہ کی وجہ سے عمرہ چھوڑا تو آپ پر سے دم شکر ساقط ہو گیا اور عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد عمرہ ادا کئے بغیر احرام کھولنے پر دم جبر لازم آیا جسے نبی کریم ﷺ نے دیگر ازواج مطہرات کے دم شکر کے ساتھ ادا فرمایا، چنانچہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُن کی طرف سے جانور ذبح کئے جانے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

فَأْتَيْنَا بِلَحْمِ بَقَرٍ، فَقُلْتُ مَا هَذَا؟ فَقَالُوا: أَهْدَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

عَنْ نِسَائِهِ الْبَقَرِ (صحيح مسلم، كتاب الحج، باب بيان مناسك الإحرام)

إلخ، برقم: ۱۲۰/۲۸۹۰۔ (۱۲۱۱)، ص ۵۵۸)

یعنی، پس ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا گیا، میں نے کہا یہ کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کی طرف سے گائے بطور ہدی ذبح کی ہے۔

ان احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثناء سے فقہاء کرام نے ایک قاعدہ اخذ کیا ہے جسے علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ نے ذکر کیا ہے کہ:

كُلُّ مَنْ لَزِمَهُ رَفْضُ الْعُمْرَةِ فَعَلِيهِ دَمٌ وَقَضَاءُ عُمْرَةٍ لَا غَيْرُ، لِأَنَّهُ

فِي مَعْنَى فَاسِدِ الْعُمْرَةِ (لِبَابِ الْمَنَاسِكِ مَعَ شَرْحِهِ لِلْقَارِي، بَابُ أَضَافَةِ

أَحَدِ النَّسَكَيْنِ، ص ۳۲۸، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى

(۱۴۱۹-۱۹۹۸م)

یعنی، ہر وہ شخص کہ جس پر عمرہ چھوڑنا لازم ہو جائے تو اُس پر (عمرہ کا احرام باندھ کر اُسے چھوڑنے کا) دم اور (چھوڑے ہوئے) عمرہ کی قضاء لازم ہے نہ کہ اور کچھ کیونکہ وہ عمرہ کو فاسد کرنے والے کے معنی میں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ۶ ذو الحجة ۱۴۲۹ھ، ۴ ديسمبر ۲۰۰۸م 492-F

حج قران کی نیت سے آنے والی عورت کو ماہواری آجانا

اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے حج قران کی نیت سے مکہ مکرمہ آئی ابھی پہنچی تھی کہ ماہواری آگئی اور ایک دن بعد ہی سہاگ ہو گئی اس نے ابھی عمرہ ادا نہیں کیا کہ وقوف عرفہ کا وقت قریب آ گیا، کیا وہ عمرہ چھوڑے اور وقوف عرفہ کرے اگر وہ ایسا کرتی ہے تو جو عمرہ اُس نے چھوڑا وہ کب ادا کرے اور اس عمرہ کے چھوڑنے کی وجہ سے اُس پر کیا لازم ہوگا جب کہ عمرہ اُس نے مجبوری میں بھلا دیا ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں یہ عورت عمرہ ادا کئے بغیر وقوف عرفہ کرے گی اور حج سے فارغ ہونے کے بعد جب پاک ہو جائے تو چھوڑے ہوئے عمرہ کی قضاء کرے اور عمرہ چھوڑنے کا ایک دم دے کیونکہ ماہواری کی حالت میں طواف کعبہ ممنوع ہے (طواف کعبہ کی ممانعت اس وجہ سے ہے کہ اُسے مسجد میں داخل ہونا ممنوع ہے چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "لَا أُحِلُّ دُخُولَ الْمَسْجِدِ لِحَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ الْحَدِيثُ" (التاریخ الكبير للبخاری، باب

الکلف، برقم: ۱۷۱۰، ۵۵/۲) یعنی، میں حیض والی عورت اور نجی کے لئے مسجد میں داخل ہونا حلال نہیں کرتا۔

اسی لئے فقہاء کرام نے یہ حکم اخذ کیا ہے کہ حیض و نفاس والی عورت اور نجی کو مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے چنانچہ علامہ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں: لا يجوز لهم دخول المسجد إلا لضرورة (منية المصلى و غنية المبدى، باب فرائض الغسل، فروع إذا اجنبت المرأة إلخ، ص ۵۲) یعنی، ان کے لئے مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے مگر ضرورت شرعی کی وجہ سے اور طواف عمرہ میں رکن ہے اس لئے وہ اس حالت میں عمرہ نہیں ادا کر سکتی اور قارن جب عمرہ ادا کئے بغیر وقوف عرفہ کر لے تو اس کا عمرہ رہ جاتا ہے اور وہ عمرہ چھوڑنے والا قرار پاتا ہے، چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

فإن لم يدخل القارن مكة وتوجه إلى عرفات، فقد صار رافضاً

لعمرته بالوقوف (المسالك في المناسك، كتاب القرآن، فصل: إن لم

يدخل القارن إلخ، ۱/۶۴۸)

یعنی، پس جب قارن مکہ میں داخل نہ ہوا، اور عرفات کی طرف متوجہ ہو

گیا تو وقوف عرفات کے ساتھ ہی وہ عمرہ کو چھوڑنے والا ہو گیا۔

اور قرآن کا حکم یہ ہے کہ عمرہ پہلے ادا کیا جائے، وقوف عرفہ کر لے کر بعد عمرہ کی ادائیگی

متصور نہیں چنانچہ امام کرمانی حنفی لکھتے ہیں:

ولو تصور إتيانها وإبقائها بعد الوقوف لما أمر بالرفض

أفعال العمرة قد فاتت وانتهت، فإن حكم القرآن أن يقدم

أفعال العمرة على الحج، وقد تعلل بعد الوقوف (المسالك في

المناسك، كتاب القرآن، فصل: إن لم يدخل القارن إلخ، ۱/۶۴۹)

یعنی، اگر اُس کا لانا اور باقی ہونا وقوف عرفہ کے بعد متصور ہوتا تو عمرہ

چھوڑنے کا حکم نہ دیا جاتا کیونکہ افعال عمرہ تو فوت ہو چکے پس قرآن کا حکم

یہ ہے کہ افعال عمرہ کو حج پر مقدم کیا جائے اور تحقیق یہ وقوف کے بعد

متعدّ رہو گیا۔

اور اس صورت میں اُس پر دم اور قضاء دونوں لازم آتے ہیں اور حج قرآن کا دم ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ اب اُس کا حج حج قرآن نہیں رہا چنانچہ ابو الفضل محمد بن محمد بن احمد المروزی جو حاکم شہید کے نام سے معروف ہیں لکھتے ہیں:

إذا قديم القارن مكة فلم يطف حتى وقف بعرفة أو طاف

للعمره ثلاثة أشواط فقط كان رافضاً لعمرته، و عليه دم

لرفضها وقضاؤها وقد سقط عنه دم القرآن (الكافي للحاكم

الشهيد (في ضمن المبسوط للإمام محمد)، كتاب المناسك، باب الطواف،

۳۲۹/۲، مطبوعة: عالم الكتب، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۰ھ - ۱۹۹۰م)

یعنی جب قارن مکہ مکرمہ آیا پس طواف نہ کیا یہاں تک کہ وقوف عرفات

کیا یا طواف عمرہ کے فقط تین پھیرے کئے تو وہ اپنے عمرہ کو چھوڑنے والا

ہو گیا، اور اُس پر عمرہ چھوڑنے کا دم اور اُس کی قضاء ہے اور اُس سے دم

ساقط ہو گیا۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الخميس، ۷ ذو الحجة ۱۴۲۹ھ، ۵ ديسمبر ۲۰۰۸م 677-F

ایام حیض میں پائے جانے والے طہر میں ادا کئے گئے عمرہ کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک

عورت کی حیض میں عادت سات دن تھی اور اُسے پانچ دن حیض آ کر بند ہو گیا اور اُس نے

غسل کے بعد نماز شروع کر دی اور پھر مسجد عائشہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کر لیا اور چھٹے

دن اُسے دوبارہ حیض آ گیا، اس صورت میں وہ کیا کرے گی اُس کا عمرہ ادا ہو گیا یا اُس پر اس

کی قضا لازم ہوگی؟

(السائل: محمد فياض، مکه مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں دوسری مرتبہ آنے والا خون ماہواری میں شمار ہوگا جب کہ وہ دس دن پورے ہونے پر یا اس سے قبل ختم ہوا ہو، چنانچہ علامہ علاؤ الدین ہکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و الناقص عن أقله و الزائد على العادة و جاوز أكثرهما استحاضة - ملخصاً (الدر المختار، كتاب الطهارة، باب الحيض، ص ۴۳، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ - ۲۰۰۲م)

یعنی، حیض کی کم از کم مدت (تین دن اور تین راتوں) سے کم اور عادت کے دنوں سے زائد اور اکثر مدت (دس دن اور دس راتوں) سے بڑھ جائے تو استحاضہ ہے۔

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أما المعتادة فما زاد على عاداتها، و تجاوز العشرة في الحيض

یعنی، مگر معتادہ عورت تو اُس کی عادت کے دنوں سے جو اُس کی عادت کے دنوں سے بڑھ جائے (استحاضہ ہے) اور لکھتے ہیں:

أما إذا لم يتجاوز الأكثر فيهما فهو انتقال للعادة فيهما فيكون حيضاً و نفاساً (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الطهارة، باب الحيض، تحت قوله: و الزائد على أكثره، ۱/ ۵۲۴، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ - ۲۰۰۰م)

یعنی، مگر جب اُن میں (یعنی حیض و نفاس میں) اکثر مدت سے تجاوز نہ کیا تو یہ اُن میں عادت کا منتقل ہونا ہے تو وہ حیض اور نفاس ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس سوال کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ معتادہ کو چھٹے دن جب دوبارہ خون آیا اور وہ دس دن سے زیادہ نہ ہوا تو کل حیض شمار ہوگا، اس لئے اس دوران کیا گیا طواف حالت ماہواری میں قرار پائے گا اور دوسری صورت یہ کہ معتادہ کو چھٹے دن جب حیض شروع ہوا، دسویں دن سے بڑھ گیا تو اس صورت میں عادت کے سات دن حیض اور آٹھویں سے استحاضہ شمار ہوگا، اس صورت میں طواف حالت ماہواری میں نہیں کہلائے گا۔

اور استحاضہ کا حکم یہ ہے کہ اُس میں نماز، روزہ، جماع، قرآن کو چھونے، مسجد میں داخل ہونے وغیرہ کچھ بھی ممنوع نہیں ہے وہ ایسے ہے جیسے دائمی نکیر، چنانچہ علامہ علاؤ الدین ہکفی حنفی لکھتے ہیں:

و دم استحاضة حكمه كرعافٍ دائمٍ لا يمنع صوماً و صلاةً و لو نفلاً و جماعاً ملخصاً (الدر المختار، كتاب الطهارة، باب الحيض، ص ۴۴)

یعنی، استحاضہ کے خون کا حکم دائمی نکیر کی مثل ہے جو روزہ، نماز اگر چہ نفل، جماع، صوم وغیرہ کو مانع نہیں۔ (اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ "نَوَظُّبِي وَ نَوَظُّبِي" اِنْ قَطَرَ الدَّمُ عَلَى الْحَصِيرِ" (الدر المختار، كتاب الطهارة، باب الحيض، ص ۴۴) یعنی، وضو کر اور نماز پڑھا اگرچہ خون چٹائی پر پڑے)

استحاضہ جب نماز کو مانع نہیں تو طواف کو بھی مانع نہ ہوگا، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

ولا تُمنع عن الطواف إذا أمنت من اللوث، "قہستانی" عن "الخزانة"، ط (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الطهارة، باب الحيض، مطلب: لو أفتى مفتح بشيء من هذه الأقوال إلخ، تحت قوله: لا يمنع صوماً إلخ، ۱/ ۵۴۴)

یعنی، مستحاضہ عورت کو طواف کعبہ سے نہ روکا جائے گا (اور اس پر اہل اسلام کا

اتفاق ہے چنانچہ علامہ عبد اللہ بن مبارک بن عبد اللہ بوسی نقل کرتے ہیں: و لائى المستحاضة و من به سلسل البول و نحوهما يطوف و يصلى باتفاق المسلمين (إجماعات ابن عبد البر فى العبادات، المبحث التاسع: الحيض، المسألة السادسة: دم الاستحاضة إلخ، ۳۵۶/۱) یعنی، کیونکہ مستحاضہ اور جسے سلسل البول کا عارضہ لاحق ہو اور جو ان کی مانند ہے وہ طواف کرے گا اور نماز پڑھے گا اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے) جب کہ وہ آلودگی سے امن رکھتی ہو، ”قہستانی“ (جامع الرموز، کتاب الطہارت، باب الحيض، ۵۷/۱، مطبوعة: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی) میں ”خزانہ“ سے منقول ہے (جیسا کہ) ”طحطاوی“ (حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الطہارة، باب الحيض، تحت قوله: لا يمنع صوماً إلخ، ۱۵۲/۱، مطبوعة: دار المعرفة، بیروت ۱۳۹۵ھ) (میں ہے)

لیکن مستحاضہ اور اس کی مثل دیگر شرعی معذور کا وضو صرف نماز کے وقت تک باقی رہے گا بشرطیکہ اور ف کوئی ناقض وضو نہ پایا جائے اور وہ ہر نماز کے وقت وضو کرے گی کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

”المُستَحَاضَةُ تَتَوَضَّأُ لَوَقْتِ كُلِّ صَلَاةٍ“ (الہدایہ، کتاب الطہارة،

باب الحيض و الاستحاضة، فصل: و المستحاضة و من به إلخ، ۱-۲) یعنی، استحاضہ والی عورت ہر نماز کے وقت کے لئے وضو کرے گی۔

جیسے ہی نماز کا وقت ختم ہوگا تو وضو جاتا رہے گا چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متونی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و إذا خَرَجَ الْوَقْتُ بَطَلَ وَضُوهُمُ وَ اسْتَأْنَفُوا الْوُضُوءَ لَصَلَاةٍ أُخْرَى (بداية المبتدى، كتاب الطہارة، باب الحيض و الاستحاضة، فصل:

و المستحاضة و من به إلخ، ۱-۲/۴۱)

یعنی، جب وقت نکل گیا تو ان کا وضو باطل ہو گیا اور وہ دوسری نماز کے لئے نیا وضو کریں گے۔

اور طلوع آفتاب کے بعد کے بعد کیا ہو وضو نماز ظہر کا وقت ختم ہونے تک باقی رہے گا جیسا کہ ”بداية المبتدى“ (كتاب الطہارة، باب الحيض و الاستحاضة، فصل: و المستحاضة إلخ، ۱-۲/۴۱) اور ”در مختار“ (كتاب الطہارة، باب الحيض، ص ۴۶) وغیرہما کتب فقہ میں ہے۔ اس لئے دوسری صورت میں کیا گیا طواف درست ہو جائے گا، اس طرح عمرہ بھی درست ہو جائے گا اور اس پر کوئی جزاء بھی لازم نہیں آئے گی۔

اور پہلی صورت میں جب طواف حالت ماہواری میں قرار پایا تو لازم ہوگا کہ جب تک مکہ مکرمہ میں ہے، اس کئے ہوئے طواف کا ماہواری سے پاک ہونے کے بعد اعادہ کر لے، اگر اعادہ کر لیتی ہے تو حالت ماہواری میں طواف کرنے سے جو جزاء لازم آئی وہ ساقط ہو جائے گی چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد اللہ سندھی حنفی متونی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و عیسیٰ أن تُعيد طاهرة فإن أعادته سقط ما وجب (باب الحيض، کتاب الطہارة، باب الحيض، فصل: حائض طهرت فى آخر أيام النحر، ص ۳۸)

یعنی، اس پر لازم ہے کہ پاک ہو کر اس کا اعادہ کر لے، اگر اعادہ کر لیتی ہے تو اس پر سے وہ ساقط ہو گیا جو واجب ہوا تھا۔

اور افضل بھی یہی ہے کہ جب تک مکہ میں ہے طواف کا اعادہ کرے بلکہ اسے اعادہ کا حکم دیا گیا جائے گا چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متونی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و الأفضل أن يُعيد الطواف ما دام بمكة، و لا ذبح عليه، و

الأصح أنه يُؤمر بالإعادة إلخ (بداية المبتدى مع الہدایہ، كتاب الحج،

باب الجنایات، فصل: و من طاف طواف القدوم إلخ، ۱-۲/۱۹۹)

یعنی، افضل یہ ہے کہ جب تک مکہ مکرمہ میں ہے طواف کا اعادہ کرے اور

اس پر ذبح کرنا لازم نہیں اور اس صحیح یہ ہے کہ اُسے اعادہ کا حکم دیا جائے گا۔
اور اس صورت میں لازم آنے والا کفارہ ساقط کرنے کے لئے طواف کا اعادہ لازم ہے کیونکہ نجاست حکمیہ سے پاکیزگی طواف میں واجب ہے اور سعی میں طہارت اگرچہ مستحب ہے پھر بھی اُسے چاہئے کہ طواف کے ساتھ سعی کا بھی اعادہ کرے، چنانچہ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

وَأَمَّا مَا دَامَ بِمَكَّةَ فَعَلَيْهِ أَنْ يُعِيدَهُمَا لِسِرْيَانِ نَقْصَانِ الطَّوَافِ فِي السَّعْيِ الَّذِي بَعْدَهُ، وَإِلَّا فَالطَّهَارَةُ مُسْتَحَبَّةٌ فِي السَّعْيِ (المسلك المتقسط في المناسك المتوسط، باب الجنایات، فصل في طواف العمرة، ص ۳۹۰)

یعنی، جب تک مکہ میں ہے تو اُس پر لازم ہے کہ دونوں کا اعادہ کر لے اس لئے کہ طواف کا نقصان سعی میں سرایت کر گیا جو طواف کے بعد ہے ورنہ طہارت سعی میں مستحب ہے۔

اور اگر طواف کا اعادہ کر لیتی ہے سعی کا اعادہ نہیں کرتی تو اُس پر کچھ لازم نہیں آئے گا چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی لکھتے ہیں:

وَلَوْ أَعَادَ الطَّوَافَ وَلَمْ يُعِدِ السَّعْيَ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ (أَبَابُ الْمَنْاسِكَ مع شرحه للقراری، باب الجنایات، فصل في طواف العمرة، ص ۳۹۱)
یعنی، اگر طواف کا اعادہ کیا اور سعی کا اعادہ نہ کیا تو اُس پر کوئی شی لازم نہیں اس کے تحت ملا علی قاری لکھتے ہیں:

كَذَا قِيلَ، وَصَحَّحَهُ صَاحِبُ الْهَدَايَةِ وَهُوَ مُخْتَارُ شَمْسِ الْأَثَمَةِ الشَّرْحِ حَسْبِي، وَالْإِمَامُ الْمُحِبُّوبِيُّ (المسلك المتقسط في المناسك المتوسط، باب الجنایات، فصل في طواف العمرة، ص ۳۹۱)

یعنی، اسی طرح کہا گیا اور صاحب ہدایہ (الهدایة، کتاب الحج، باب الجنایات، فصل: وَمَنْ طَافَ طَوَافَ الْقُدُومِ الْبَاحِ، ۱-۲/۲۰۰) نے اسے صحیح

قرار دیا اور یہی شمس الاثمہ سرخسی اور امام محبوبی کا مختار ہے۔
اور اگر اعادہ نہیں کرتی تو اُس پر دم لازم ہوگا چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں کہ

وَفِي طَوَافِ الْعُمْرَةِ تَحِبُّ شَاةٌ، سِوَاءَ كَانَ جُنُبًا أَوْ مُحَدِّثًا لِأَنَّهُ دُونَ الْحَجِّ وَإِنْ كَانَ رُكْنًا فِيهَا (المسالك في المناسك، فصل في كفارة الجنابة في الطواف، ۲/۷۸۵، مطبوعة: دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۴ھ-۲۰۰۳م)

یعنی، طوافِ عمرہ میں (بطور دم) بکری واجب ہے برابر ہے کہ مجنبی تھا یا بے وضو، کیونکہ وہ حج سے درجے میں کم ہے اگرچہ طوافِ عمرہ میں رکن ہے۔

اور اس محل میں لکھتے ہیں:

وَأَمَّا السَّعْيُ فَفِيهَا رُكْنٌ، وَالْحَائِضُ كَالْجُنُبِ فِي ذَلِكَ، لِأَنَّ سَجْدَةَ الْحَيْضِ أَقْوَى (المسالك في المناسك، فصل في كفارة الجنابة في الطواف، ۲/۷۸۵، مطبوعة: دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۴ھ-۲۰۰۳م)

یعنی، بے شک طواف اس میں رکن ہے اور حائضہ اس میں مثل مجنبی کے ہے کیونکہ حیض کی نجاست زیادہ قوی ہے۔

اور علامہ رحمۃ اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

وَلَوْ طَافَ لِلْعُمْرَةِ كُلَّهُ أَوْ أَكْثَرَهُ أَوْ أَقَلَّهُ وَلَوْ شَوَاطِئًا جُنُبًا أَوْ حَائِضًا أَوْ نَفْسَاءً أَوْ مُحَدِّثًا فَعَلَيْهِ شَاةٌ (أَبَابُ الْمَنْاسِكَ مع شرحه للقراری، باب الجنایات، في طواف العمرة، ص ۳۹۰)

یعنی، اگر عمرہ کا کل یا اکثر یا اقل اگرچہ ایک چکر طواف حالتِ جنابت یا

جیض یا نفاس میں یا بے وضو کیا تو اُس پر بکری لازم ہے۔
اس کے تحت ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ

أى: فى جميع الصور المذكورة (المسلك المتقسط فى المنسك

المتوسط، باب الجنایات، فصل فى طواف العمرة، ص ۳۹۰)

یعنی، ذکر کردہ تمام صورتوں میں (دم لازم ہے)۔

لہذا صورت مسئلہ میں حکم یہ ہوگا کہ ماہواری اگر چھٹے دن شروع ہو کر دسویں دن پر یا اس سے پہلے بند ہوئی تو اعادہ لازم ہوگا اعادہ نہ کرنے کی صورت میں دم دینا ہوگا اور اگر چھٹے دن سے شروع ہونے والی ماہواری دس دن سے بڑھ جاتی ہے تو کچھ بھی لازم نہ ہوگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۷ ذو الحجة ۱۴۲۹ھ، ۵ دسمبر ۲۰۰۸ م 490-F

دم فوری دینا ضروری ہے یا اس میں تاخیر کی اجازت ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی وجہ سے دم لازم آجائے تو دم دینا فوری طور پر لازم ہوتا ہے یا اس میں تاخیر کی شرعاً کوئی رخصت ہے؟

(السائل: محمد علی محمد)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: دم کی ادائیگی فوری طور پر واجب نہیں اس میں تاخیر کی رخصت ہے مگر دم جب ذمے میں واجب ہو چکا تو ادا کئے بغیر مر گیا تو گنہگار ہوگا اور اُس پر لازم ہوگا کہ اُس کی وصیت کر کے جائے جب وہ وصیت کر دے تو ورثہ پر تکفین و تدفین اور ادائیگی قرض کے بعد اُس کی وصیت پر عمل کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ ادائیگی قرض کے بعد اتنا مال بچ جائے کہ جس سے اُس کی یہ وصیت جاری ہو سکے، اور اگر وہ وصیت نہ کرے اور اس کے ورثاء کو اس کا علم ہو کہ اس پر کوئی دم باقی ہے وہ اُسے ادا کریں تو مرنے

والے کی طرف سے دم ادا ہو جائے گا۔ چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۲ھ ”فتح باب العناية شرح النقایہ“ میں لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ سید محمد امین عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نقل کرتے ہیں کہ:

ثم الكفارات كُلُّهَا واجبة على التراخي، فيكون مؤدّيًا فى أى

وقت، وإنما يتضيّق عليه الوجوب فى آخر عُمره فى وقت

يغلب على ظنه أنه لو لم يؤدّه لفات، فإن لم يؤدّ فيه حتى مات

أثمّ و عليه الوصيّة به، و لو لم يؤدّ لم يجب على الورثة، و لو

تبرّعوا عنه جاز إلا الصوم اهـ و اللفظ للشامى (فتح باب العناية،

كتاب الحج، فصل فى الجنایات، ۲/۲۸۸، مطبوعة: دار احیاء التراث

العربی، بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۶ھ - ۲۰۰۵م) (رد المحتار على التلخیص

المختار، كتاب الحج، باب الجنایات، تحت قول التّنویر: الواجب دم،

۲۸۸-۲۸۹)

یعنی، اگر کسی کو کفارے علی التراخی واجب ہیں (نہ کہ علی الفور) پس جس

وقت بھی ادا کرے گا ادا کرنے والا ہوگا اور صرف اُس کی آخری عمر میں

جب اُسے غالب گمان ہو کہ اگر اُسے ادا نہ کرے گا تو فوت ہو جائے گا تو

اس وقت و جب اُس پر تنگ ہو جائے گا، پس اگر کفارہ ادا نہ کیا یہاں

تک کہ مر گیا تو گنہگار ہوا اور اُس پر اس کی وصیت لازم ہے اور اگر

وصیت نہ کی ورثہ پر یہ واجب نہیں اور اگر وہ مرنے والے کی طرف سے

تبرّع کرتے ہوئے کفارہ ادا کر دیں تو جائز ہو جائے گا سوائے

روزے کے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الإثنين، ۲۶ ذو القعدة ۱۴۲۹ھ، ۲۴ نومبر ۲۰۰۸ م 479-F

حج میں مانع ماہواری گولیوں کا استعمال

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک خاتون حج کے لئے آئی ہیں اور وہ مانع ماہواری گولیاں استعمال کرتی ہے اس لئے کہ وہ حرمین شریفین کی عبادات زیادہ سے زیادہ کر سکے اور پھر یہاں مخصوص ایام ٹھہرنے کے لئے ملتے ہیں وہ بھی ماہواری میں گزر جائیں تو ان مقامات پر عبادت کن ایام میں کرے گی، کیا اس بنا پر وہ گولیاں استعمال کر سکتی ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: ماہواری کا آنا یہ ایک قدرتی عمل ہے اور اُسے روکنا نقصان سے خالی نہیں ہوتا اور جہاں تک ان گولیوں کے استعمال کا تعلق ہے جو ماہواری روکنے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں تو وہ اس شرط کے ساتھ جائز ہیں کہ ان میں کوئی حرام شئی نہ ہو اور وہ طبی و جسمانی لحاظ سے مُضر صحت نہ ہوں کہ کسی بڑے جسمانی عارضے کا سبب بنیں، قرآن کریم میں ہے:

﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (البقرہ: ۱۹۵/۲)

ترجمہ: اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۴ ذو الحجة ۱۴۲۹ھ، ۲ دسمبر ۲۰۰۸ م 487-F

مقیم مکہ جدہ ہو کر آجائے تو مقیم رہے گا یا نہیں؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارا قیام مکہ مکرمہ میں سولہ دن ہوتا ہے میں درمیان میں اگر چند گھنٹوں یا ایک دن کے لئے جدہ چلا جاؤں تو کیا میں شرعی مسافر قرار پاؤں گا اس طرح کہ آٹھ روز بعد جدہ ہو آؤں تو سولہ دن مکمل

نہیں رہیں گے اور میری اقامت مکہ مکرمہ میں دو حصوں میں ہوگی۔

(السائل: حامد فتانی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں مکہ مکرمہ آپ کا وطن اقامت ہے، وطن اقامت کو تین چیزیں باطل کرتی ہیں: ۱۔ وطن اصلی: جو وطن اقامت کو باطل کر دیتا ہے جیسے کوئی شخص مکہ مکرمہ میں مقیم ہو پھر منیٰ میں شادی کر لے، اب منیٰ اُس کا وطن اصلی ہو گیا لہذا مکہ مکرمہ کا اُس کے لئے وطن اقامت ہونا باطل ہو گیا۔

۲۔ وطن اقامت: کہ ایک جگہ مقیم تھا اب دوسری جگہ پندرہ روز اقامت کا ارادہ کر

لیا، چاہے دونوں کے مابین مسافت سفر ہو یا نہ ہو چنانچہ علامہ علاء الدین ہسکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

وَيُطْلَقُ وَطَنُ الْإِقَامَةِ بِمَثَلِهِ (الدُّرُّ الْمُخْتَارُ، كِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابُ صَلَاةِ الْمَسَافِرِ، ج ۱، ص ۱۰۶، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۰ھ)

یعنی، وطن اقامت اپنی مثل کے ساتھ باطل ہو جاتا ہے۔

اس کے تحت علامہ عبد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قوله: "بِمَثَلِهِ" أى: سواء كان بينهما مسيرة سفرٍ أو لا (ردُّ

المختار على الدرِّ المختار، كِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابُ صَلَاةِ الْمَسَافِرِ، مطلب: في

الوطن الأصلي إلخ، ۲/۷۳۰، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى

۱۴۲۰ھ - ۲۰۰۰م)

یعنی، برابر ہے کہ دونوں کے مابین مسافت سفر ہو یا نہ ہو۔

۳۔ انشاء سفر: کہ وطن اقامت سے ایسی جگہ کے ارادہ سے نکلا جو مسافت سفر پر

واقع ہے تو وطن اقامت باطل ہو گیا چنانچہ علامہ علاء الدین ہسکفی حنفی لکھتے ہیں:

و يبطل وطن الإقامة بإنشاء السفر، ملخصاً (الثمر المختار، كتاب

الصلاة، صلاة المسافر، ص ١٠٦، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت،

الطبعة الأولى ١٤٢٣-٢٠٠٢م)

یعنی، اور وطن اقامت باطل ہو جاتا ہے انشاء سفر سے۔

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

و الحاصل: أنَّ إنشاء السفر يبطل وطن الإقامة إذا كان منه، أمّا

لو أنشأ من غيره فإن لم يكن فيه مرور على وطن الإقامة، أو

كان، ولكن بعد سير ثلاثة أيام فكذا، و لو قبله لم يبطل

الوطن، بل يبطل السفر (رد المحتار على الثمر المختار، كتاب الصلاة،

باب صلاة المسافر، مطلب في الوطن الأصلي إلخ، ٧٣٠/٢، مطبوعة: دار

المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠-٢٠٠٠م)

یعنی، حاصل کلام یہ ہے کہ بے شک ابتداء سفر وطن اقامت کو باطل کر دیتا

ہے جب کہ سفر کی ابتداء وطن اقامت سے ہو اور اگر سفر وطن اقامت

کے غیر سے شروع کیا تو اُس سفر میں اگر وطن اقامت پر سے گزرے

ہے یا گزرتو ہے لیکن تین دن (یعنی مسافت سفر) چلنے کے بعد ہی باطل

اسی طرح ہے (یعنی وطن اقامت باطل ہو جائے گا) اور اگر اس سے قبل

گزر ہو تو وطن اقامت باطل نہ ہوگا بلکہ سفر باطل ہو جائے گا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ مکہ مکرمہ سے جدہ مسافت سفر پر واقع ہے یا نہیں یعنی جدہ مکہ مکرمہ سے ساڑھے ستاون میل (۹۲ کلومیٹر) تقریباً دور ہے یا اُس سے کم ہے پھر جس راستے سے جدہ جائے گا اُس راستے سے اتنا فاصلہ بنتا ہے یا نہیں اگر اتنا فاصلہ بن جائے تو مکہ مکرمہ کا وطن اقامت ہونا باطل ہو گیا واپسی کے بعد جب تک پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ نہ ہو یا ارادہ تو ہو مگر پندرہ روز مکمل ہونے سے قبل مدینہ شریف یا پاکستان واپسی ہو تو مکہ مکرمہ میں مسافر ہی

رہے گا مقیم نہ ہوگا، چنانچہ علامہ سید احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

حتى لو عاد إلى حاجة فيه قصر (حاشية الطحاوی علی مراقی

الفلاح، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۴۲۹)

یعنی، اگر کسی کام سے آئے (وطن اقامت) میں لوٹا تو قصر کرے گا۔

اور اگر جدہ مدت مسافت پر واقع نہیں یا مدت مسافت پر تو واقع ہے لیکن جس راستے

سے گیا اُس راستے سے ساڑھے ستاون میل نہیں بنتے تو ان تمام صورتوں میں مکہ مکرمہ میں اگر

مقیم تھا تو واپسی پر مقیم ہی رہے گا۔

مخدوم محمد جعفر بن مخدوم محمد عبدالکریم بوبکائی حنفی لکھتے ہیں:

في "الخلاصة": الرجل إذا قصد بلدة و إلى مقصده طريقان

أحدهما مسيرة ثلاثة أيام و لياليها و الآخر دونها فسلك

الطريق الأبعد كان مسافراً عندنا (المتانة في المزمة عن الخزنة،

كتاب الصلاة، باب المسافر، ص ۲۵۹)

یعنی، خلاصہ میں ہے ایک شخص نے جب کسی شہر کا ارادہ کیا اور اس

کے مقصود کی طرف دو راستے ہیں اُن میں سے ایک تین دن اور تین

رات کی مسافت ہے اور دوسرا راستہ اس سے کم ہے، پس وہ (اس شہر کو)

دور والے راستے سے چلا تو ہمارے نزدیک مسافر ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الإثنين، ۱۱ ذو الحجة ۱۴۲۹ھ، ۹ دسمبر ۲۰۰۸ م 484-F